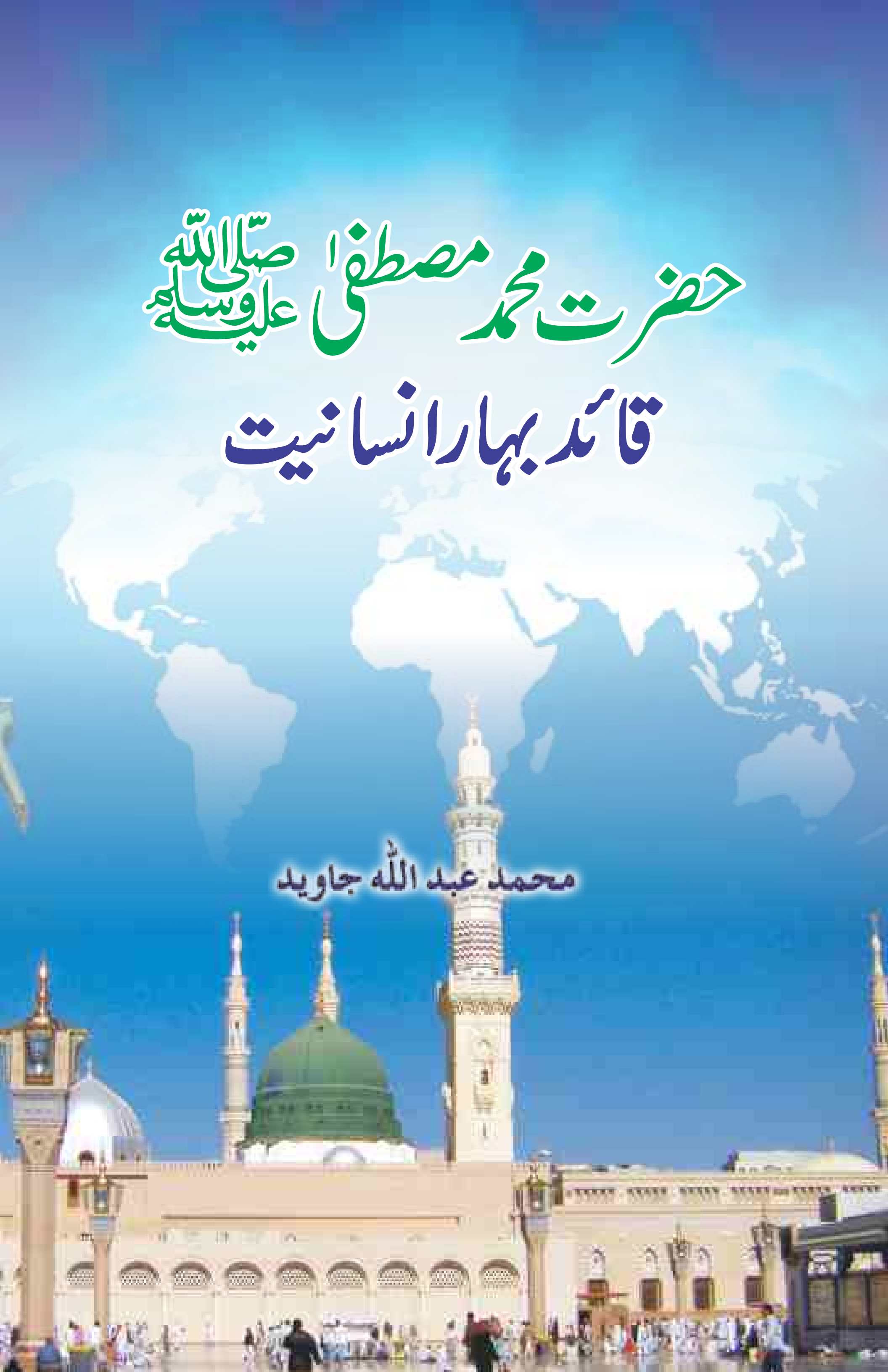
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قائد بہار انسانیت

محمد عبد اللہ جاوید



حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قائد بہار انسانیت

محمد عبد اللہ جاوید

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ۔ قائد بہار انسانیت
مصنف	:	محمد عبداللہ جاوید
باراوّل	:	1000
سن اشاعت	:	جنوری ۲۰۱۳ء
قیمت	:	
تزئین	:	رائٹ وے، نمبر46/1، اے ٹی اسٹریٹ، مارپا گارڈن، بنگلور 560046 ، موبائل: 9035706734
پرنٹر	:	بک ویر، نندی درگہ روڈ، بنگلور560046 موبائل: 9844158731

ملنے کا پتہ:

بک ویر، نندی درگہ روڈ، بنگلور560046، موبائل: 9844158731

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

قائد بہار انسانیت

"اے لوگو! تمہاری دنیا اور آخرت کی بہتری کیلئے کوئی شخص مجھ سے بہتر
چیز لے کر نہ آیا ہوگا۔ میں تمہارے لئے دین اور دنیا کی سعادتیں لے
کر آیا ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تمہاری پیشانیوں کو اس کے
آستانہ عالیہ پر سجدہ ریز ہونے کی دعوت دوں۔ اور تمہارے دلوں سے
اس کے ماسوا پرستش کا خیال باطل نکال دوں۔ پس تم سب لوگ بت
پرستی اور شرک سے باز آجاؤ۔ خالص اللہ کی بندگی کو اپنا شعار زندگی قرار
دو۔ اپنے خیالات اور افعال کی اصلاح کرو۔ کون ہے جو میری اس
دعوت حق پر لبیک کہے اور مجھے اس کی نشر و اشاعت میں مدد دے "

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو کھلے عام لوگوں تک اسلام کی دعوت پہنچانے کا حکم دیا:

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ ....(الھجر : ۹۴)

پس اے نبی ﷺ جس چیز کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اسے ہانکے پکارے کہہ دو

آپ ﷺ نے قریش کے لوگوں کی دعوت کی اور مندرجہ بالا خطاب فرمایا۔ یہ خطاب درحقیقت بہار انسانیت کی ایک بڑی دلکش ابتدا ہے۔ جس کے ذریعہ انسان کو خدا کا غلام بن کر دنیا میں بادشاہوں کی سی زندگی بسر کرنے کا ایک حیات بخش پیغام دیا جا رہا ہے۔

اسلام - بہار انسانیت

انسانی زندگی میں امن وسکون اور ہمہ جہت کامیابی، خالق کی مرضی کو ماننے اور اس کے مطابق عمل کرنے ہی سے ممکن ہے۔ دین اسلام، اللہ تعالیٰ کی اسی مرضی کا نام ہے۔ یہ دین بیش بہا نعمت ہے کہ یہ دنیا

وآخرت میں فلاح ونجات کی ضمانت دیتا ہے۔اس لئے اس دین کی طرف بلانے کے عمل کو حقیقی زندگی سے تعبیر کیا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اسْتَجِيْبُواْ لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُم لِمَا يُحْيِيْكُمْ ....(الانفال : ۲۴)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہو جب کہ وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہو

یعنی وہ زندگی حقیقی معنوں میں زندگی ہے جو دین اسلام کے سایہ تلے گذرے۔ایسی زندگی پر بہار زندگی ہوتی ہے۔اور یہ بہار وسعت نظر میں سمانہیں سکتی۔جس طرح کسی باغ اور کھیت کھلیان میں بہار کے محدود معنی نہیں ہوتے کہ کسی ایک ہی قطعہ میں سرسبز وشاداب منظر نظر آتا ہو اور بقیہ موسم خزاں کی غمازی کرتا ہو۔یہ دین' انسانی زندگی میں ہمہ جہت تبدیلی اور خوشحالی کے لئے آیا ہے۔دین کی آمد' گویا ایک انقلاب کی آمد ہے۔اور یہ انقلاب و ہمہ جہت تبدیلی کسی ایک قطعے یا بستی یا ملک میں نہیں بلکہ ساری سرزمین پر اور سارے ہی انسانی زندگیوں میں اور تمام ہی شعبہ ہائے حیات پر محیط ہے۔یہ الٰہی اعلان:

....كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ..... (ابراھیم : ۱)

اے محمد ﷺ یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تا کہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ

ساری انسانیت کو ظلمات کے خوفناک ماحول سے نکال کر پر بہار روشنی میں لانے کا حیات آفریں اعلان ہے۔اور تمام ہی پیغمبروں کی آمد کا مقصد اسی حیات افزا پیغام سے انسانیت کو روشناس اور مستفید کرانا رہا:

..... أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ....(ابراھیم : ۵)

(ہم نے موسیٰ کو حکم دیا تھا) کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ

سرکار دو جہاں' محمد مصطفیٰ ﷺ کی آمد بہار انسانیت کا سبب رہی۔غالبًا یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت جس ماہ میں ہوئی اسے ربیع یعنی بہار کہا جاتا ہے۔یہ بہار' انسانی زندگی میں ہمہ جہت تبدیلی سے عبارت ہے۔گویا انسانی زندگی ایک صحرا کی مانند تھی نہ خدا کی پہچان' نہ مقصد زندگی سے واقفیت' نہ انسانی حقوق کا پاس ولحاظ' نہ عورتوں کی عزت واحترام اور نہ ہی دنیا وآخرت کا صحیح شعور۔رسول اکرم ﷺ کی آمد نے انسانی زندگی کے ان تمام گمنام گوشوں کو وہ شعور حیات بخشا کہ' انسانی زندگی خوشگوار بہار کی ترجمان بن گئی۔انسان' اپنے خالق کی مرضی کے مطابق اپنے کو لٹانے میں سعادت سمجھنے لگا اور

اپنے ہی جیسے انسان سے محبت اس کی پہچان بن گئی۔

انسانی دلوں میں بہار

انسانی زندگی میں بہار کا نمائندہ وصف بلاشبہ فکر ونظر کی تبدیلی سے تعلق رکھتا ہے؛ یعنی خالق و مالک کی صحیح پہچان، اور مقصد زندگی سے واقفیت۔ انسانی دل میں خالق کی حکمرانی اور انتہا درجہ کی محبت اپنا مقام کر جائے یہی مطلوب ومقصود ہے۔ وہ زندگی حقیقی معنوں میں ادھوری ہے جو خالق سے بے نیازی میں گذرے۔ ذرا عرب کے جاہلی معاشرہ پر نظر ڈالیے؛ بخوبی واضح ہو جائے گا کہ ماحول میں کیسا بگاڑ تھا اور کیسی صحت مند تبدیلیاں اس میں رونما ہوئیں؟۔ اسوقت کے لوگوں کی اپنے ہی علاقہ کی رعایا پر اجارہ داری اور خود مختاری نے انہیں خودسری میں مبتلا کر رکھا تھا۔ بے کاری اور کاہلی نے جوا اور شراب کی عادت پیدا کر دی تھی۔ دنیا کے دیگر ملکوں سے لاتعلق رہنے سے ان کی تہذیب ایک رخ پر پروان چڑھی تھی جس کی بنا وہ دوسروں کی تحقیر کیا کرتے تھے۔ اپنے فحش کارناموں کی تشہیر میں بھی پوری قوت لگا دیتے تھے۔ جہالت نے نہ صرف ان میں بت پرستی رائج کر دی تھی بلکہ ان کے حواس پر بھی قابو پا کر انہیں توہم پرست بنا دیا تھا۔ فطرت کی ہر ایک چیز سورج اور چاند سے لیکر دریا اور کنکر تک کو وہ اپنا معبود سمجھنے لگے تھے۔ یوں وہ خدا کو فراموش کر ہی چکے تھے؛ خودشناسی سے بھی محروم ہو گئے۔ اس لئے انہیں انسانی حقوق کا واضح شعور نہیں تھا اور نہ ہی اس کا کوئی ضابطہ یا قانون جاری تھا۔ قتل انسانی، رہزنی، ناجائز قبضہ، بیجا مداخلت، عورتوں کی عصمت ریزی، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا اسی وجہ سے ان کے اخلاق کا حصہ بن چکے تھے۔ نسل در نسل اور صدیوں کے جمود نے ان کے دل ودماغ میں یہی تاثر قائم کر رکھا تھا کہ ان کی تہذیب وتمدن اعلیٰ ہے اور اس سے بہتر کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ گویا انسانی زندگی ایک خوفناک جنگل اور ہیبت ناک صحرا کی مانند تھی جس میں خدا کا دور دور تک پتا نہیں تھا اور اس پر ستم ظریفی یہ کہ کئی من گھڑت خداؤں نے انسانی دل ودماغ پر ڈیرا ڈال رکھا تھا۔ اور وہ اس قدر ان کے دلدادہ تھے کہ:

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدّاً وَلَا سُوَاعاً وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْراً (نوح :۲۳)

وہ کہتے تھے کہ ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو اور نہ چھوڑو ودا، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو

عرب کے زمانہ جاہلیت میں انہی معبودوں کو پوجا جاتا تھا اوران میں لات، منات، عزا وغیرہ جیسوں کا مزید اضافہ بھی ہوا۔انسانی زندگی میں ان معبودان باطل کی حیثیت ان گہری اور گمراہ کن کھائیوں کی سی رہی جن سے سوائے گمراہی اور ضلالت کے کچھ اور ہاتھ نہیں آتا۔دن بہ دن انسان نت نئے مسائل میں الجھتا گیا، سفر، حضر، تنہائی اور محفل ہر جگہ وہ ایک طرح کی احساس محرومی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا۔ ایسے میں ایک حیات بخش پیغام انسانوں کے کانوں سے ٹکراتا ہے:

يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ (الانفطار : ۵ - ۶)

اے انسان، کس چیز نے تجھے اپنے رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے نک سک سے درست کیا

اور یہی وہ حیات آفریں پیغام ہے جس نے انسانی زندگی میں صالح انقلاب اوراس کی اجڑی اور ویران دنیا کو آباد کر دیا۔انسان، اپنے حقیقی خالق کو پہچانا، اس کی مرضی کو جانا، اوراس کے احکامات کے مطابق زندگی گذارنے کو اپنی بھلائی جانا۔ایک خدا پر ایمان کا ایسا مثالی نمونہ پیش کیا جو اس حیات نواز پیغام اور پر بہار تعلیمات کی شایان شان عکاسی کرتا ہے۔ایک خدا پر ایمان کی پاداش میں ان پر بے انتہا ظلم ڈھایا جاتا لیکن خدا پر ایمان کسی بھی لمحہ متزلزل نہ ہوا۔ظلم سہا، زخم کھا کر صبر کے گھونٹ پینا منظور کر لیا حتی کہ جان لٹانا گوارا کر لیا مگر حق گوئی سے دوری ہرگز برداشت نہیں کی۔حضرت بلالؓ کا چند اوباش نوجوانوں کے ہاتھوں ظلم سہنا، ان کا تپتی دھوپ میں بھوکا کھڑا رہنا، حضرت خباب بن ارتؓ کا جلتی آگ پر بخوشی لیٹ جانا اور حضرت سمیہؓ کا اس راہ میں جان لٹا دینا یہی تو فکر ونظر میں تبدیلی کی بہار ہے۔حضرت ابو فکیھہ جن کا نام افلح تھا، کے پاؤں میں رسی باندھ کر پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا، حضرت عثمان بن عفانؓ کو ان کا چچا کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے سے دھواں دیا کرتا۔بعض صحابہؓ کو قریش کے لوگ گائے اونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے تھے۔بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے پتھروں پر گرا دیا کرتے تھے۔لیکن اس کے باوجود پائے ایمان ذرہ برابر بھی نہ ڈگمگائے۔یہ وہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں جنھوں نے مصیبتوں اور آزمائشوں میں صبر کا دامن تھامے درس دیا کہ انسانی

زندگی کی خوشحالی اصل میں اس بات میں مضمر ہے کہ وہ رضا بالقضا کا مجسم بن جائے۔خوشحالی کے معنی اگر ہر وقت خوشی وشادمانی کے لئے جائیں تو پھر یہ عین دنیاداری ہوئی' یہاں انسانی زندگی میں بہار' جان لٹانے سے بھی ممکن ہے:

وَلاَ تَقُولُواْ لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبيلِ اللّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاء وَلَكِن لاَّ تَشْعُرُون (البقرة : ۱۵۴)

اور جولوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو' ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا

جن لوگوں کے معبود ان گنت تھے حتی کہ کنکر وپتھر بھی خدا کا درجہ اختیار کئے ہوئے تھے' دین اسلام کی آمد نے انہیں اپنے حقیقی خالق ومالک سے روشناس کرادیا۔معرفت خدا' اصل میں وہ بیش بہا تحفہ تھا جس نے انسانی زندگی کو قابل رشک بنادیا۔کہاں وہ عرب کے صحرا کی راتیں جس میں لہولعب کی باتیں ہوتیں اور کہاں وہ مسجدوں اور گھروں کی راتیں جو خدا کے حضور توبہ واستغفار میں گذرتیں۔صحرا کی راتیں لذت نفس تھیں اور مسجدوں اور گھروں کی راتیں تسکین نفس۔کہاں وہ صبح سویرے چھاپے مار کر لوگوں کے مال لوٹنے والا قبیح عمل اور کہاں رات بھر کھیتوں کو پانی دے کر مال کو خدا کی راہ میں لٹانے والی دلفریب ادا۔

یہی بہار انسانیت ہے کہ انسان اپنے عمل سے' اپنے فکر ونظر سے اپنے حقیقی خالق ومالک کی مرضی کا ترجمان بن جائے۔جس فطرت پر اسے بنایا گیا ہے اسی کے مطابق ہر عمل کو یقینی بنائے' اس کا ہر عمل' خیر کا عمل ہو۔اگر انسانی فطرت کے یہ نمایاں اوصاف ظاہر نہ ہوں تو پھر انسان صحیح معنوں میں زندہ نہیں بلکہ مردہ ہے۔بالکل اس زمین کی طرح جس سے کوئی درخت یا پھول نہیں نکلتا۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِيْ خَبُثَ لاَ يَخْرُجُ إِلاَّ نَكِداً....(الاعراف: ۵۸)

جوزمین اچھی ہوتی ہے وہ اپنے رب کے حکم سے خوب پھل پھول لاتی ہے اور جوزمین خراب ہوتی ہے اس سے ناقص پیداوار کے سوا کچھ نہیں نکلتا

بہار انسانیت کا ترجمان بنے اہل حق' اللہ کی بندگی اور اللہ کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک اور محبت کی ایک بے مثال تاریخ بناڈالی' صدیاں گذر گئیں' آج بھی دنیا کے کونے کونے سے اس تاریخ کے اعتراف میں آوازیں بلند ہورہی ہیں۔مشہور مورخ مسٹر ولز اسلامی تعلیمات سے متعلق لکھتے ہیں:

اسلامی تعلیمات نے دنیا کے اندر منصفانہ اور شریفانہ طرز عمل کیلئے عظیم

روایات چھوڑی ہیں اور وہ لوگوں میں شرافت اور رواداری کی روح پھونکتی ہیں۔ یہ تعلیمات بہت اونچی انسانی تعلیمات ہیں اور قابل عمل ہیں۔ان تعلیمات نے ایک ایسی سوسائٹی کو جنم دیا جس میں اس کے پیشتر کی ہر سوسائٹی کے مقابلہ میں سنگ دلی اور اجتماعی ظلم کم سے کم رہا.... اسلام نرمی، رواداری، خوش اخلاقی اور بھائی چارے سے معمور ہوا ہے۔(H. Wills - Islamic History)

فرانس کے مشہور ماہر سماجیات گستاف لیبان نے کہا:

تاریخ کسی ایسی قوم سے واقف نہیں ہے جو عرب کی طرح رحم دل اور روادار فاتح ہوئی ہو اور نہ تاریخ میں ان کے دین جیسا کوئی صاف اور سادہ اور بے ضرور دین نظر آتا ہے۔(Gustave Le Bon - The World of Islamic History)

ایک امریکی محقق، مسٹر ڈریپر کہتے ہیں:

خلفائے راشدین کے زمانے میں عیسائیوں اور یہودیوں کے اہل علم کا صرف احترام ہی نہیں کیا گیا بلکہ بڑے بڑے عہدے بھی ان کے سپرد کئے گئے۔اور ان کو حکومت کے اونچے مناصب تک ترقی دی گئی۔ہارون الرشید نے حنان بن ماسویہ کو ڈاکٹر تعلیمات بنا کر تمام اسکولوں اور کالجوں کو اس کی تحویل میں دے دیا تھا۔

(John William Draper - The History of the Intellectual Development of Europe)

انسانی اخلاق میں بہار

انسان جب خدا ہی سے نا آشنا ہو تو اس سے خیر کی توقع کیوں کر کی جا سکتی ہے؟ یہی حال زمانہ جاہلیت کا تھا کہ اخلاق حسنہ کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔اخلاقی گراوٹ اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔اخلاقی پستی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے کو ہی بھلا بیٹھے؟ اور اپنے ہی جیسے انسانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے لگے؟ خدا کی نافرمانی تو تھی ہی ساتھ ہی انسانی حقوق کی پامالی اپنے

درجہ کمال پر تھی۔ ماں باپ اور رشتہ داروں سے ناروا سلوک کرنا' عورتوں کی بے عزتی کرنا' یتیموں اور لاچاروں کا مال ہڑپ کر جانا' چھوٹی چھوٹی باتوں پر نسل در نسل دشمنی و نفرت کا بازار گرم رکھنا' فحاشی کا چلن' حق کو ماننے والوں پر ظلم ڈھانا' معاشرہ میں پھیل رہی برائیوں سے انتہا درجہ کی لاپرواہی برتنا' یہ انسانی اخلاق کی پستی کی اعلیٰ ترین مثالیں تھیں۔ فی زمانہ بھی انسان کم و بیش اسی طرح کی گمراہیوں میں مبتلا نظر آتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت کی برائیاں اپنے ایک نئے ورژن کے ساتھ جاری و ساری ہیں۔ شرک اسوقت بھی تھا' اب بھی ہے' بلکہ خداؤں میں اضافہ ہوتا ہی جارہا ہے۔ لوٹ مار اسوقت بھی تھی اور آج بھی ہے' فی زمانہ لوٹ مار کا طریقہ بڑا پروفیشنل ہوگیا ہے۔ والدین کی نافرمانی اور بڑوں کی ناقدری اسوقت بھی تھی اور اب بھی ہے بلکہ اولڈ ایج ہوم اور ایلڈرس شلیٹر جیسے خودمختار اداروں کا وجود معاشرہ میں ناسور کی حیثیت رکھتا ہے۔ حقوق کی پامالی اسوقت بھی تھی اور اب بھی نئی منزلوں کو چھو رہی ہے' اس کے لئے اسمبلی اور پارلیمینٹ بڑے معاون نظر آرہے ہیں۔ لڑکیوں کو پیدا ہونے کے بعد دفن کیا جاتا تھا اب زمانہ اس قدر ترقی کر گیا کہ ان لڑکیوں کو دنیا میں آنے کی زحمت بھی نہیں دی جاتی۔

زمانہ قدیم و جدید کی اس امتزاجی گفتگو کے پس منظر میں آیئے ہم رسول رحمت ﷺ کی آمد اور انسانی زندگی میں اخلاقی انقلاب کے درخشاں پہلو پر نظر ڈالتے ہیں۔ رسالت مآب ﷺ کی آمد کے موقع پر اخلاقی گراوٹ کا یہ عالم تھا' اور آپ ﷺ نے اپنی آمد اور اپنی حیات نواز تعلیمات کو اجڑی انسانیت کے لئے اللہ کی رحمت اور ایک نایاب تحفہ قرار دیا:

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ

اے لوگو میں تمہارے پاس رحمت اور بڑا قیمتی تحفہ بنا کر بھیجا گیا ہوں (حضرت ابو ھریرہؓ - مسلم)

اس لئے کہ آپ ﷺ کی آمد مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے خاص رہی۔ گویا جہالت بداخلاقی ہے' تو ایمان اخلاق ہے۔ اخلاقی پستی اندھیرے کی مانند اور اخلاقی بلندی روشنی کی مانند۔ فرد کے ارتقاء اور معاشرہ کی ترقی پذیر تعمیر کیلئے درحقیقت اخلاق ہی معیار ہیں' اور اسی اخلاق سے انسانیت کو مزین کرنے رسول رحمت ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے بہتر اخلاقی رویے کے لئے جو ضروری ہے' وہ سب کچھ عطا فرمایا۔ انسان کا اپنے کانوں سے سننا اور آنکھوں سے دیکھنا' اور دل سے سمجھنا' اس کی

وہ خوبیاں ہیں جو اسے دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی ہیں۔ یہ وہ انسانی اعضاء ہیں جو کسی نہ کسی پہلو سے اخلاق کے اظہار کے لئے عطا کئے گئے ہیں۔ اور اخلاق میں سب سے نمایاں وصف شکر گذاری کا رویہ ہے۔ دیکھئے انسانی اعضا اور شکر گذاری کا رویہ کس طرح مربوط ہے:

وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لاَ تَعْلَمُونَ شَيْئاً وَجَعَلَ لَكُمُ الْسَّمْعَ وَالأَبْصَارَ وَالأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُون (النحل : ۷۸)

اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ اس نے تمہیں کان دیئے، آنکھیں دیں اور سوچنے والے دل دیئے اس لئے کہ تم شکر گذار بنو

انسانی زندگی میں اخلاقی انقلاب، رسول اکرم ﷺ کے اسی حیات آفریں پیغام کے ذریعہ ہوا۔ لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ کس کے پاس کس طرح کا سامان زندگی ہے۔ گھر، کاروبار، مویشی، باغات وغیرہ یہ وہ وسائل ہیں جو انسانوں کے پاس تھوڑے بہت فرق کے ساتھ موجود ہیں۔ مسند احمد کی حدیث ہے ۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَسَمَ بَيْنَكُمْ اَخْلَاقَكُمْ كَمَاقَسَمَ بَيْنَكُمْ اَرْزَاقَكُمْ

بلاشبہ اللہ تعالی نے تمہارے درمیان اخلاق کو بھی اسی طرح تقسیم کیا ہے جیسے تمہارے درمیان سامان زندگی تقسیم کی ہے

یعنی جس طرح سامان زندگی کی تقسیم ہوئی ہے اسی طرح اخلاق بھی تقسیم کئے گئے ہیں۔ جس طرح سامان زندگی کے حصول کے لئے دولت کا اہم رول ہوتا ہے اسی طرح اچھے اخلاق و کردار کے اظہار کے لئے انسانی جسم کی ساخت نمایاں رول ادا کرتی ہے۔ کان، آنکھیں، ہاتھ، پیر، دل یہ وہ اعضا ہیں جن سے اخلاق حسنہ کا صدور ہوتا ہے۔ کان سے اچھا سنو تو یہ اچھے اخلاق میں شمار ہوگا۔ اگر آنکھیں، عبرت والی آنکھیں ہوں تو نیکیاں ہی نیکیاں حصہ میں آئیں گی۔ ہاتھ، دینے والا ہو تو اسکے کیا کہنے۔ پیر، اگر خدا کی راہ میں گرد آلود ہوں تو ایسے شخص کی کیا خوش نصیبی؟ دل میں اچھے جذبات، اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت ہو تو اس دل کی کیا بات ہے۔ انسانی اخلاق، انسانی اعضا ہی سے صادر ہوتے ہیں۔ اخلاق تقسیم کرنے کے معنی، اللہ رب العزت نے بہترین ساخت پر انسان کی تخلیق فرمائی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِى الدُّنْيَامَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ

یقیناً اللہ تعالیٰ دنیا اس کو دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور اسکو بھی دیتا ہے جس سے محبت نہیں کرتا

دنیا سب کو ملے گی۔ جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ان کو بھی اور جنہیں نہیں چاہتا ان کو بھی۔ چنانچہ اس وقت کی سپر پاور طاقتیں ایران و روم تھیں اور اسوقت امریکہ ہے۔ ہر دو صورت میں یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دنیا کسی کو بھی مل سکتی ہے۔ لہذا اخلاق حسنہ کے اظہار کے لئے دنیا مطمح نظر نہ ہو۔ اس لئے کہ اللہ کے محبوب اعمال انجام دینے کے لئے کسی کے پاس دنیا نہیں بلکہ دین ہونا ضروری ہے۔ اور دین اس خوش نصیب کو ملتا ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے:

وَلاَ یُعْطِی الدِّیْنَ اِلَّا مَنْ اَحَبَّ

مگر دین صرف اسی کو عطا کرتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے

فَمَنْ اَعْطَاہُ اللّٰہُ الدِّیْنَ فَقَدْ اَحَبَّہٗ

پس جس کو دین ملا اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اللہ کا بڑا محبوب ہے

لہذا یہ فکر ہر قلب و ذہن میں راسخ ہوئی۔ ہر طرف حسن اخلاق کے بے مثال نمونے ظاہر ہونے لگے۔

- حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اس شان کے بزرگوار تھے کہ جنھوں اپنی علمی فضیلت، عملی کشش، زور بازو، روشن ضمیری اور صالحیت سے سارے عالم کی رہنمائی کی۔
- حضرت عمرؓ ملہم و محدث تھے۔ جب کبھی کوئی اہم معاملہ درپیش آتا اور اس کے سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ اپنے صحابہؓ سے مشورہ طلب کرتے تو لوگ اپنی اپنی صوابدید کے مطابق رائے دیتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید میں وحی الٰہی نازل ہوجاتی۔ یوں آپؓ کی رائے تائید ربانی سے قیامت تک کے لئے شریعت و قانون بن گئی۔
- حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت جعفر طیارؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ بڑی اعلی استعداد کے حامل تھے کہ جنھوں نے مدینہ اور حبش اور نجران کے باشندوں کو اپنے دلنشین وعظ و نصیحت سے مسلمان بنادیا۔
- حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عمارؓ اور حضرت یاسرؓ جیسے صحابہ کبارؓ نے راہ خدا میں وہ جانثاری و حق پسندی کی نظیریں پیش کیں کہ اس طرح کی مثالیں پیش کرنے سے آج بھی تاریخ قاصر ہے۔
- حضرت بلالؓ، حضرت سمیہؓ، حضرت یاسرؓ اور حضرت کعبؓ جنھوں نے اپنے استقلال و استقامت

سے جابروں اور ظالموں کو ظلم کرتے ہوئے تھکا دیا۔

- حضرت لبیدؓ، حضرت سوید بن صامتؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ جیسے فصیح و بلیغ انسان تیار ہوئے جو ایک ایک تقریر یا ایک ایک قصیدے سے کئی کئی قبیلوں پر قابو پا لیتے تھے۔
- حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ نے جانوروں پر رحم کے ضمن میں حاض حکم جاری کیا تھا۔محکمہ پولس کے لئے آپؒ نے باضابطہ یہ قانون تجویز فرمایا:

> لوگوں کو اس بات کی اجازت ہرگز نہیں ہے کہ وہ جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادیں۔نہ ان کو یہ اجازت ہے کہ جانوروں کو بہت تیز چلائیں جبکہ ان پر بوجھ لادا ہوا ہو۔نہ ان کو اجازت ہے کہ وہ جانوروں کو سخت سزا دیں۔ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ بوجھ سے لدے ہوئے جانوروں کو عام پارکوں میں کھڑا کریں۔یہ سب کام شریعت اسلامیہ کے بالکل خلاف ہیں۔جانوروں کے مالکوں کا فرض ہے کہ وہ مویشیوں کے چارہ کے معاملہ میں خدا کا خوف رکھیں۔چارہ اس قدر ہونا چاہئے جس سے جانور سیر ہو جائے۔نیز چارہ خراب اور تھوڑا نہیں ہونا چاہئے۔

یعنی انسانی اخلاق میں بہار کسی مادی غرض سے نہیں بلکہ اس دین حنیف کے ذریعہ بپا کی گئی جو عین انسانی فطرت ہے۔چنانچہ اس دین کی بنیاد پر جو اخلاقی مظاہرہ ہوا' عرب کی دنیا' بالخصوص اور سارا عالم بالعموم ششدر رہ گیا۔دین کے ان جانثاروںؓ کے قول و عمل میں کبھی تضاد نہیں رہا' جن کے معاملات روز روشن کی طرح شفاف رہے' لوگوں کی بے لوث خدمت' بے یار و مددگار لوگوں کے والی' عورتوں کا عزت واحترام کرنے والے اور ہر وقت اپنے رب کو راضی رکھنے کی فکر کرنے والے افراد خود انہیں میں سے ایسے نمودار ہوئے جیسے چودہویں کا چمکتا چاند۔یہاں تک کے جاہلوں نے کہہ دیا کہ اس دین نے جانوروں کو انسان بنا دیا۔رسول اکرم ﷺ نے انسانی زندگیوں میں جو اخلاقی بہار لائی اس کی تین جہتیں بڑی نمایاں رہیں اول دل کی کیفیت پر نظر رکھی جائے۔کیونکہ یہ فوری بتا دے گا کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط:

اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلْقِ وَالْاِثْمُ مَاحَاکَ فِیْ صَدْرِکَ وَکَرِهْتَ اَنْ یَّطَّلِعَ النَّاسُ عَلَیْهِ

نیکی حسن اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے سینے میں کھٹکے اور لوگوں کو اس کے بارے میں جاننا تمہیں

ناپسند ہو (حضرت نواس بن سمعانؓ - مسلم)

دوم دنیا سے بے نیازی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت شدید ہو' دنیا والوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے بے نیازی برتی جائے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ معاملہ کسی جرم کا ہو یا رشوت کا' اس میں کہیں نہ کہیں لوگوں کے وسائل سے استفادہ کا ذہن کارفرما رہتا ہے۔ آپ ﷺ نے بطور ترغیب بشارت بھی دی کہ کوئی شخص نہ ہی اپنے مال و جاہ کی بنا تکبر میں مبتلا ہوا اور نہ ہی کسی کے احسان تلے دبا ہوا ہو تو اس کا ٹھکانا جنت ہو گا:

مَنْ مَّاتَ وَهُوَ بَرِیٓءٌ مِنَ الْكِبْرِ وَالْغُلُوْلِ وَالدَّيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

جو اس حالت میں مرا کہ تکبر' خیانت اور قرض سے بچا ہوا تھا تو جنت میں داخل ہو گیا (حضرت ثوبانؓ - ترمذی)

اور سوم عفت و پاکدامنی اور زبان کا محتاط استعمال ہے۔ نظریں پاک' دل پاک تا کہ خدا کی پاکیزہ تعلیمات کے لئے پاکیزہ جذبات میسر آسکیں۔ اور زبان سے خیر کے کلمات ادا ہو سکیں:

مَنْ يَّضْمَنْ لِیْ مَابَيْنَ لِحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ

جو مجھے اس کی ضمانت دے جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور اس کی ضمانت دے جو دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے' میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں (حضرت سہل بن سعدؓ - بخاری)

ان تعلیمات کی پشت پر اللہ کی محبت اور اس کا خوف کارفرما رہا' جسکی آپ ﷺ نے بڑی تکرار سے سے تاکید فرمائی۔ اکثر کسی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے آپ ﷺ فرمایا کرتے اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ ۔ میں تمہیں اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ رسول اکرم ﷺ کی ان تعلیمات کا اثر تھا کہ معاشرہ میں حضرات صحابہ کرامؓ کی زندگیاں الگ سے پہچان لی جاتی تھیں۔ معاشرہ میں اس اخلاقی برتری کی بنا مرد و خواتین نے اپنی شخصیت کو نہایت پرکشش اور جاذب نظر بنا دیا تھا۔ کوئی اس بات کی جرات نہیں کر سکتا تھا کہ کسی کے بھی خلاف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے یا کسی کے کریکٹر پر انگلی اٹھائے۔ علامہ شوکانیؒ کہتے ہیں کہ کسی ایک عالم یا محدث سے بھی یہ منسوب نہیں کہ انھوں نے روایت کردہ احادیث کو اس لئے رد کر دیا ہو کہ اس کی راوی عورت ہے۔ کتنی ہی سنتیں ایسی ہیں جن کو امت مسلمہ نے صحابیہؓ کی روایت کی بنا اختیار کیا ہے۔ (نیل الاوطار)

انسانی جذبات میں بہار

اس دین کے ذریعہ انسانی زندگی میں جن پہلوؤں سے بہار آئی ان میں جذبات وخواہشات کو صحیح رخ دینے کی بات بڑی اہمیت رکھتی ہے۔اس دین حنیف کے ذریعہ نہ صرف اللہ کے حضور راتوں میں کھڑے رہنے والے اوراسی کی خاطر دن بھر روزہ رکھنے والے مومنین ومومنات تیار ہوئے بلکہ ایسے خدمت گذار بھی میدان کارزار میں آئے جو یتیموں، بے سہاروں، بیواؤں اور مسکینوں کی خدمت کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیا تھا۔

۞ حضرت ابوبکر صدیقؓ محلّہ کی ان لڑکیوں کے پاس جاتے جن کے باپ لڑائیوں میں شہید ہو چکے تھے۔اوران کی بکریاں دوہتے۔(اسدالغابہ)

۞ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص بھیک مانگ رہا ہے۔آپؓ نے دریافت کیا تو اس نے کہا جزیہ کی ادائیگی اورضروریات زندگی کے لئے بھیک مانگ رہا ہوں۔آپؓ نے کہا جب تم جوان تھے تو ہم نے تم سے جزیہ وصول کیا اور بڑھاپے میں تمہیں بدحالی میں چھوڑ دیا۔پھر آپؓ اس شخص کا ہاتھ پکڑا، اپنے گھر لے گئے، اپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر کھلایا اور بیت المال کے خازن کے پاس حکم بھیجا کہ اس شخص کے لئے اور ایسے تمام لوگوں کے لئے اتنا روزینہ (*daily wage*) مقرر کردو جوان کے لئے اوران کے اہل وعیال کے لئے کفایت کرے۔(اسدالغابہ)

۞ حضرت ابودرداؓ مرتے وقت اپنے اونٹ سے کہا کہ قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے مجھ سے نہ جھگڑنا کیوں کہ میں نے تیری طاقت سے زیادہ کبھی تجھ پر بوجھ نہیں ڈالا۔

۞ حضرت عدی بن حاتمؓ چیونٹیوں کے لئے روٹی کا چورا بناتے اور کہتے کہ یہ ہماری پڑوسی ہیں لہذا ہم پر بھی ان کا حق ہے۔

۞ اس گئے گذرے معاشرہ نے حضرت زینبؓ کوان کی بے لوث خدمات کی بنا ام المساکین کے لقب سے جانا۔حضرت زینبؓ کا یہ عالم تھا کہ جو بھی ہوتا لوگوں کی خدمت کے لئے صرف کردیتیں اور کچھ نہ ہوتا تو سوت کات کر پیسہ کماتیں اوراسے لوگوں کی خدمت میں لگا دیتیں۔

۞ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کو اپنے والد کی جائداد ثقیف یا طائف سے کچھ حصہ ملا تھا اور وہاں سے

شہد آتا تھا اور بعض دوسری آمدنی بھی ہوتی تھی جو وہ اپنے خاندان، خصوصیت کے ساتھ سابق شوہر حضرت ابوسلمہؓ کے یتیم بچوں پر خرچ کرتی تھیں۔(بلاذری)

❁ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ اور ان جیسی بہت سی انصاری صحابیاتؓ اپنے باغوں اور کھیتوں میں کام کرتی تھیں۔وہ اپنی آمدنی کی مالک ہوتی تھیں اور اپنے گھر والوں پر خرچ کیا کرتی تھیں ۔(اسدالغابہ)

❁ حضرت زینب بنت ثقفیؓ بھی دستکاری اور حرفت کے ذریعہ چیزیں بناتی تھیں اور ان کو فروخت کر کے یتیم بچوں پر خرچ کرتی تھیں۔(اسد الغابہ)

❁ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ اپنی طائف کی موروثی جائداد (*ancestral property*) سے مختلف اشیاء خریدتیں تھیں اور اپنے بچوں پر خرچ کرتی تھیں۔ (اسد الغابہ)

❁ حضرت رفیدہؓ اور کعبیہؓ کے علاوہ بعض دوسری خواتین بھی طبابت (*medicine*) اور جراحی (*surgery*) میں مہارت رکھتی تھیں۔ ان میں حضرت ام سنان اسلمیؓ خاصی اہم جراح وطبیب (*physician & surgeon*) تھیں۔ان کے پاس ان کے خاندان کی خاص دوا تھی جس سے وہ زخمیوں اور بیماروں کا علاج کیا کرتیں تھیں اور وہ ٹھیک ہوجاتے تھے۔اسی طرح بعض غفاری قبیلے کی خواتین بھی ماہر طبیب و جراح تھیں۔ان میں سے ایک خاتون کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے پاس ایسی دوائیں تھیں جن سے زخمیوں اور بیماروں کو فوری فائدہ ہوجاتا تھا۔(فتح الباری)

❁ حضرت ربیع بنت معوذؓ غزوہ احد میں شریک تھیں۔اس کے علاوہ بھی وہ عام طور پر دوسری خواتین کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتی تھیں اور پانی پلانے، زخمیوں کا علاج کرنے، شہیدوں کو منتقل کرنے اور ایسی دوسری خدمات انجام دیتی تھیں۔(فتح الباری)

پھر بعد کے ادوار میں اسی انسانی جذبہ کے تحت مسلم حکمران، امراء، فوجی سپہ سالار، اغنیا اور امت کے صاحب ثروت افراد نے بڑی فراغ دلی سے خلق خدا کی خدمت انجام دی:

❁ کشادہ مسجدیں تعمیر کرتے جن کی حیثیت رفاہ عامہ کی ادارے کی ہوتی۔سلاطین اس طرح کی مسجدوں کی تعمیر کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔

❁ قافلے سے بچھڑے مسافروں اور دیگر حاجت مندوں کے لئے سرائے اور طعام گاہیں تعمیر ہوئیں۔فقراء ومساکین کے لئے مکانات تعمیر کئے گئے۔

❁ گھاٹیوں میں کنوئیں کھودوائے تاکہ مویشیوں' زراعت اور مسافروں کے کام آسکیں۔

❁ اوقاف کی آمدنی کو راستوں 'پلوں' گذرگاہوں کی حفاظت'تعمیر و مرمت کے لئے صرف کیا۔لاوارث بچوں' یتیموں کی کفالت کے لئے اوقافی ادارے مخصوص کئے۔

❁ ناکارہ' اندھوں اور عاجزوں کی نگہداشت کے لئے ادارے قائم کئے جن میں غذا' لباس اور تعلیم وغیرہ کا نظم کیا گیا۔

❁ قیدیوں کی حالت بہتر بنانے' ان کی زندگی سنوارنے' انہیں بہتر غذا فراہم کرنے اور صحت کا بہتر معیار قائم رکھنے کی کوشش کی گئی۔

❁ ایسے ادارے قائم کئے جن کی آمدنی سے اندھوں اور اپاہجوں کی خدمت کی گئی۔نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی شادی کا بندوبست کیا گیا۔

❁ بیمار جانوروں کے علاج' چارہ کی فراہمی اور ناتوانی کے وقت ان کے چرنے کے لئے چراگاہیں قائم کی گئیں۔

❁ ماؤں کی امداد کی خصوصی کوشش کی جاتی تاکہ وہ اپنے بچوں کی پرورش بہتر انداز سے کرسکیں۔سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے اپنے قلعے کے دروازے کے پاس جو آج بھی دمشق میں موجود ہے' دو چشمے بنا رکھے تھے۔ایک سے دودھ بہتا اور دوسرے سے میٹھا پانی۔مائیں ہفتہ میں دوبار آکر حسب ضرورت ان سے استفادہ کرتیں۔

دین اسلام میں جو عبادتیں حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہیں جیسے نماز و روزہ' ان کا لازمی نتیجہ شخصیت پر یہ ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے اپنی کمر کس لیتا ہے' انسانوں کی بے لوث خدمت کیلئے وہ تمام اعلیٰ جذبات اور احساسات اسے میسر آجاتے ہیں جن سے وہ دوسرے انسانوں کے دکھ درد کو اپنا سمجھنے لگتا ہے۔ان کی خدمت میں اپنے لئے سکون و عافیت محسوس کرتا ہے۔یہی وہ جذبات کی بہار ہے جس کی مثالیں انسانی تاریخ دینے سے قاصر ہے۔انسان کے اس جذبہ کے کیا کہنے کہ وہ خود دوسروں کی

تکلیفوں کو ایسے محسوس کرے جیسے وہ اس پر بیت رہی ہوں۔ رسول اکرم ﷺ نے انسانی جذبوں میں پر کیف تبدیلی اسی بنیادی فکر کے ذریعہ لائی کہ اللہ کے لئے عبادت جس قدر اہم ہے اسی قدر اہم اس کے بندوں کی خدمت بھی ہے:

السَّاعِیُّ عَلَی الْاَرْمِلَةِوَالْمِسْکِیْنِ کَالسَّاعِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَکَالْقَائِمِ الَّذِی لاَ یَفْتُرُوَ کَالصَّآئِمِ الَّذِی لاَ یُفْطِرُ

بیواؤں اور مسکینوں کی خبر گیری کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ وہ اس رات میں قیام کرنے والے کی طرح ہے جو بغیر تھکے قیام کرتا ہے اور وہ اس روزے دار کی طرح ہے جو مسلسل روزے رکھتا ہے۔ (حضرت ابو ھریرہؓ - متفق علیہ)

انسانی خدمت کے جذبہ سے بالکل ناآشنا معاشرہ میں محسن انسانیت ﷺ نے خدمت خلق کا جذبہ ایسا فروغ دیا کہ وسائل ہوں تو احسن طریقے سے انسانوں کی خدمت کا کام انجام پایا اور اگر کوئی وسائل سے محروم ہے تو اس نے اپنے ہاتھ اور پیر سے لوگوں کی خدمت کو اپنی خوش نصیبی جانا۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا:

اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟قَالَ اَغْلاَهَا ثَمَناً وَّاَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهاَ.قَالَ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ ؟قَالَ تُعِیْنُ صَانِعاً اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ.قَالَ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ ؟قَالَ تَدْعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِهَا عَلٰی نَفْسِکَ

کس طرح کے غلاموں کو آزاد کرنا زیادہ بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ایسے غلاموں کو آزاد کرنا جنکی قیمت زیادہ ہو اور جو اپنے مالک کے نگاہ میں بہتر ہوں۔ اس نے کہا اگر میں یہ نہ کرسکوں تو کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا تو پھر تم کسی کام کرنے والے کی مدد کرو یا ایسے شخص کا کام کردو جو اپنے کام کو بہتر طریقے سے نہیں کرسکتا۔ اس نے پھر کہا کہ اگر میں یہ بھی نہ کرسکوں تو کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا لوگوں کو تکلیف نہ دو تو یہ تمہارا صدقہ ہوگا جس کا تمہیں اجر ملے گا

(حضرت ابو ذرغفاریؓ - متفق علیہ)

نسوانی دنیا میں بہار

اس زمانہ میں خواتین کا مقام انتہا درجہ پست تھا۔ اس سے بڑھ کر خواتین پر ظلم کی اور کیا صورت ہوسکتی ہے کہ انہیں دنیا ہی میں آنے نہ دیا جائے؟ خواتین کا کسی بھی حیثیت میں رول قابل ذکر نہیں تھا۔ وہ ایسا معاشرہ تھا جس میں عورت بری طرح ظلم کا شکار تھی۔ ذرا اس وقت کے لوگوں کا حال دیکھئے اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے:

وَاِذَابُشِّرَاَ حَدُھُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْھُهٗ مُسْوَدًّا وَّھُوَ كَظِیْمٌ یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ط اَیُمْسِكُهٗ عَلٰی ھُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ط

اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ (النحل: ۵۸ - ۵۹)

جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے۔ سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رہے یا مٹی میں دبا دے؟ دیکھو کیسے برے حکم ہیں جو یہ خدا کے بارے میں لگاتے ہیں

ایسے میں رسالت مآب ﷺ نے خواتین کے مقام و مرتبہ کو نئی بلندیاں اور عظمتیں عطا فرمائیں۔ عورت کو اس کی اصل ذمہ داری کی جانب متوجہ کرتے ہوئے اس کا ایک فطری دائرہ کار واضح فرمایا:

اَلْمَرْأَةُ رَاعِیَةٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِهٖ وَھِیَ مَسْؤُلَةٌ عَنْھُمْ

عورت نگران کار ہے اپنے شوہر کے گھر کی اور اسکی اولاد کی اور اس سے متعلق اس سے پوچھا جائیگا

(حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ - ترمذی)

کہنے کو تو یہ چند الفاظ ہیں لیکن ان میں عورت کا ایک انتہائی انقلاب انگیز رول پنہاں ہے۔ ہر معاشرہ میں ایسے مہاپروشوں کی داستانیں ملیں گی جن کی انقلابی شخصیت کے بنانے اور سنوارنے میں ان کی ماں کا کس قدر اہم رول رہا۔ سچ تو یہ ہے کہ معاشرہ کی باگ دوڑ سنبھالنے والے، میدان عمل کے شہسوار، اخلاق و کردار کے غازی اصل میں اپنی ماں سے حاصل کی ہوئی تربیت کی عکاسی کرتے ہیں۔ اگر کسی ملک و قوم کی ترقی حقیقی معنوں میں ممکن ہو سکتی ہے تو اسی وقت ہے جب کہ ماؤں کی گودیں تعلیم گاہیں بن جائیں۔ رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک حقیقت میں عورت کے اسی انقلابی کردار کی عکاسی کرتا ہے۔ آج معاشرہ میں ایسے مہاپروشوں کی کمی محسوس ہوتی ہے تو اس لئے کہ ماؤں کی گود بچوں کو نصیب ہی نہیں ہوتی، اور اگر ہوتی بھی ہے تو انہیں علم و حکمت کی باتوں سے اپنے بچوں کو ذہین و فطین بنانا نہیں آتا۔ رسول اکرم ﷺ نے نہ صرف عورت کے انقلابی رول کی وضاحت فرمائی بلکہ ایسا ماحول بھی فروغ دیا، جو ایک عورت کو بڑی شان کے ساتھ اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں پوری دلی آمادگی محسوس ہو۔ رسول اکرم ﷺ

نے بشارت دی:

مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَنَا وَهُوَ هٰکَذَاوَضَمَّ اَصَابِعَهٗ

جو دو بیٹیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ جائیں تو قیامت کے روز وہ اس حال میں حاضر ہوگا کہ میں اور وہ اس طرح ہوں گے اور اپنی دو انگلیوں کو ملایا (حضرت انس رضؓ - مسلم)

اس طرح جو لوگ لڑکیوں کو زندہ دفن کیا کرتے' وہی لڑکی کے پیدا ہونے کی دعا کرتے تاکہ اس کی اچھی پرورش کر کے جنت کے حقدار بن سکیں۔ ان تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ مظلوم نسوانیت کی دنیا میں حیرت انگیز بہار آ گئی۔ ایسی مائیں منظر نامہ میں نمودار ہوئیں جنہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت انسؓ، حضرت زبیرؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ کو تیار کیا۔ ہر ہر میدان میں خواتین نے بڑے مثالی کارنامے انجام دیئے۔ خواتین کے اسی بے مثال کردار نے انسانی تاریخ کے ایک صالح ترین انقلاب میں فیصلہ کن رول ادا کیا ہے۔ یوں تو دنیا میں بہت سے انقلابات آئے ہیں لیکن وہ خواتین کے تعاون اور رول کے سلسلہ میں کوئی قابل ذکر باتیں بیان نہیں کرتے۔ رسول اکرم ﷺ کے اس صالح انقلابی تاریخ کا ہر ورق خواتین کے شاندار کارناموں سے سجا ہوا نظر آتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے دختران اسلام کے مثالی کارنامے:

بہار نسوانیت کے چند درخشاں پہلو

علمی کارنامے

❁ اسلامی علوم یعنی قرأت' تفسیر' حدیث' فقہ اور فرائض وغیرہ میں متعدد صحابیاتؓ کمال رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ' حضرت حفصہؓ' حضرت ام ورقہؓ' حضرت ام سلمہؓ نے پورا قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ حضرت ہند بنت اسیدؓ' حضرت ام ہشامؓ بنت حارثہ' حضرت رائطہؓ بنت حیان اور ام سعدؓ قرآن مجید کے بعض حصوں کی حافظہ تھیں۔ ام سعدؓ قرآن مجید کا درس دیا کرتی تھیں۔ (اسد الغابہ)

❁ حدیث میں ازدواج مطہرات اور حضرت عائشہؓ' حضرت ام سلمہؓ تمام صحابیاتؓ سے ممتاز تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے 2210 احادیث روایات کی ہیں اور حضرت ام سلمہؓ نے 378 حدیثیں روایت کی ہیں۔ (طبقات ابن سعد)

❁ فقہ میں حضرت عائشہؓ کے فتاوے اس قدر ہیں کہ کئی جلدیں تیار ہوسکتی ہیں۔ان کے علاوہ حضرت ام سلمہؓ ' حضرت صفیہؓ ' حضرت حفصہؓ ' حضرت ام حبیبہؓ ' حضرت جویریہؓ ' حضرت میمونہؓ، حضرت فاطمہ زہراؓ ' حضرت ام شریکؓ وغیرہ نے فتاوے دیئے ہیں۔(اعلام الموقعین)

❁ فرائض میں حضرت عائشہؓ کو خاص مہارت حاصل تھی اور بڑے بڑے صحابہؓ آپؓ سے فرائض کے متعلق مسائل پوچھتے تھے۔امام زہریؒ جو تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں۔

کانت عائشة اعلم الناس یسئلها الا کابر من اصحاب رسول الله ﷺ

عائشہؓ تمام لوگوں میں سب سے بڑی عالمہ تھیں، بڑے بڑے اکابر صحابہؓ ان سے پوچھا کرتے تھے۔(طبقات ابن سعد)

❁ اسلامی علوم کے علاوہ اور علوم میں بھی صحابیاتؓ مہارت رکھتی تھیں۔علم اسرار میں حضرت ام سلمہؓ کو پوری واقفیت تھی۔خطابت میں حضرت اسماؓ بنت سکن کافی مشہور تھیں۔تعبیر میں اسماؓ بنت عمیس کافی مقبول تھیں۔(اصابہ)

داعیانہ کردار

❁ حضرت فاطمہؓ بنت خطاب کی دین اسلام پر استقامت نے حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر شخص کے دل کو اسلام کے لئے آمادہ کردیا۔(سیر الصحابیاتؓ)

❁ حضرت ام شریکؓ آغاز اسلام میں مخفی طور پر قریش کی عورتوں کو اسلام کی دعوت دیا کرتی تھیں۔انہیں کی کوششوں سے قریش کی خواتین میں اسلام پھیلا۔لیکن جب قریش کو ان کی دعوتی جدوجہد کا حال معلوم ہوا تو انہیں مکہ مکرمہ سے نکال دیا۔(اسد الغابہ)

❁ حضرت ام حکیمؓ بنت الحارث کی شادی عکرمہ بن ابی جہل سے ہوئی تھی۔ام حکیمؓ فتح مکہ کے دن اسلام لائیں لیکن ان کے شوہر یمن چلے گئے۔ام حکیمؓ نے یمن کا سفر کیا اور ان کو دعوت اسلام دی وہ مسلمان ہوکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے انہیں دیکھ کر انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا۔(موطا امام مالک)

❁ حضرت ام سلیمؓ کی دعوت پر حضرت ابوطلحہؓ نے اسلام قبول کیا۔(سیر الصحابیاتؓ)

راہ خدا میں جہاد

۞ حضرت ام عمارہؓ نے ایک غزوہ کے موقع پر دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ پر حملہ ہو رہا ہے آپؓ نے آگے بڑھ کر حملہ کو روکا جس کے سبب کندھا زخمی ہو گیا۔(ابن ھشام)

۞ حضرت اسماؓ بنت ابی بکرؓ ، حضرت ام ابانؓ ، حضرت ام حکیمؓ ،حضرت خولہؓ ،حضرت ہندؓ ، حضرت جویریہؓ نے بڑی دلیری کے ساتھ غزوات میں حصہ لیا۔(اصابہ)

۞ حضرت ام سُلیمؓ غزوات میں بڑی دلچسپی سے حصہ لیتی تھیں۔صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ام سلیمؓ اور انصار کی چند عورتوں کو غزوات میں ساتھ رکھتے تھے۔جو لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔(مسلم)

۞ غزوہ احد میں جب مسلمانوں کے جمے ہوئے قدم اکھڑ گئے تھے تو بعض صحابیاتؓ نہایت مستعدی سے کام کر رہی تھیں۔صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلیمؓ کو دیکھا کہ مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔مشک خالی ہو جاتی تھی تو پھر جا کر بھر لاتیں تھیں۔(بخاری)

۞ سورۃ الممتحنہ کی آیت کریمہ 10 ، حضرت ام کلثوم بنت عقبہ امویؓ کی جرات مندانہ اور مجاہدانہ ہجرت مدینہ کی بنا نازل ہوئی۔(اسد الغابہ)

۞ حضرت ام ورقہؓ نے غزوۂ بدر میں خدمات پیش کر دینے کی بنا پر رسول اکرم ﷺ سے شہیدہ کا خطاب اور درجہ پایا۔ اس وجہ سے خود رسول اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ ان سے ملاقات کیا کرتے۔اس واقعہ کا اہم پہلو یہ ہے کہ حضرت ام ورقہؓ کو ان کے خلوص اور لگن کی وجہ سے شہیدہ کا لقب اور شہادت کا درجہ عطا ہوا۔(بخاری)

میدان سیاست میں رہنمایانہ رول

۞ حضرت حفصہؓ نے اپنے والد حضرت عمرؓ کے سیاسی معاملات میں دلچسپی لی اور مشورے دیئے ۔(سیر الصحابیاتؓ)

۞ حضرت اسماؓ نے حجاج بن یوسف کے ظلم کے خلاف اپنے بیٹے کو جھکنے نہیں دیا بلکہ انہیں تیار کیا کہ وہ

اس ظالم کے خلاف آواز اٹھائیں۔(سیر الصحابیاتؓ)

❁ حضرت ام الدرداؓ نے خلیفہ عبد الملک بن مروان سے کہا کہ تم اپنے نوکروں پر لعن طعن کرتے ہو۔ یاد رکھو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ لعنت کرنے والا قیامت کے دن سفارش اور گواہی نہیں دے سکے گا۔(سیر الصحابیاتؓ)

❁ حضرت شفاءؓ بنت عبداللہ اس درجہ صائب الرئے (expert advisor) تھیں کہ حضرت عمرؓ ان کی بڑی قدر کرتے اور ان سے مشورہ کرتے، حضرت عمرؓ نے بعض اوقات بازار کا انتظام بھی ان کے سپرد کیا تھا۔(اسد الغابہ)

میدان تجارت میں کارنامے

❁ صحابیاتؓ عموماً کپڑا بنا کرتی تھیں جو ان کو اور ان کی اولاد کو کافی ہوتا تھا۔(اسد الغابہ)

❁ بعض صحابیاتؓ تجارت کرتی تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کی تجارت بڑے پیمانے پر ملک شام سے تھی۔ حضرت خولہؓ، حضرت ملیکہؓ ثقفیہ بنت محزیہؓ عطر (perfumes) کی تجارت کیا کرتی تھیں۔ (اسد الغابہ)

❁ حضرت حولاءؓ ایسی مشہور عطر فروش تھیں کہ وہ العطارہ کے نام ہی سے مشہور ہو گئی تھیں۔ وہ رسول اکرم ﷺ کے خانہ مبارک میں آتی تھیں اور آپ ﷺ ان کے عطروں کی خوشبوؤں سے ان کو پہچان لیا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے ان کو اپنے گھر میں پایا تو حضرت عائشہؓ سے پوچھا کیا تم لوگوں نے ان سے کچھ خریدا بھی ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ وہ آج کاروبار کی غرض سے نہیں آئیں، بلکہ اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے مسئلہ کو حل فرمایا۔ (اسدالغابہ)

❁ حضرت خدیجہؓ کی ایک بہن حضرت ہالہؓ چمڑے کی کھال (leather) کی تجارت مکی عہد میں کرتی تھیں۔(ابن کثیر)

❁ مدینہ منورہ میں عموماً انصار کی عورتیں کاشتکاری (farming) کرتی تھیں، مکہ مکرمہ کی عورتوں میں حضرت اسماءؓ کاشتکاری کیا کرتی تھیں۔(بخاری)

❁ ان صنعتوں کے علاوہ صحابیاتؓ اوربھی کام جانتی تھیں مثلاً حضرت سودہؓ طائف کی کھالیں درست کرتی تھیں، حضرت زینبؓ بنت جحش دستکاری (*embroidery*) کرتی تھیں، طرح طرح کی چیزیں تیار کرتیں اور فروخت کر دیتیں۔البتہ ان کی جو آمدنی آتی اسے اللہ کی راہ میں خیرات کر دیا کرتی تھیں۔وہ صرف صدقہ وخیرات کے لئے دستکاری کیا کرتی تھیں ۔ان کو اپنی معاشی ضروریات پوری کرنے کے لئے کسی قسم کے کاروبار کی ضرورت نہیں تھی۔(اسد الغابہ)

❁ بعض صحابیاتؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ کپڑے بنا کرتی تھیں۔اس کے علاوہ خیاطی (*tailoring*) نجاری (*carpentering*) نساجی (*weavering*) اور ایسے بہت سے کام عورتوں سے متعلق تھے۔(بخاری)

❁ امہات المومنینؓ میں سے حضرت عائشہؓ اور حضرت زینب بنت جحشؓ کی زرعی زمینیں (*agricultural land*) طائف اور مکہ مکرمہ میں تھیں۔(بلاذری)

❁ ایک صحابیہؓ، نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں بازار کی افسر تھیں۔ان کا نام حضرت شفاءؓ تھا وہ کاروبار کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں۔(اسد الغابہ)

رسول اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ کا عورتوں سے متعلق طرز عمل، ان کے حقوق پر عمل درآمد کا عملی نمونہ ہے۔اسوقت کی خواتین کی زندگیوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنی ہر حیثیت میں انتہائی شاندار رول میں نظر آرہی ہے۔

دعوت - بہارانسانیت کاانبیائی طریقہ

دین اسلام کے ذریعہ انسانی زندگی میں جو حیرت انگیز تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں ان میں سے چند ایک مندرجہ بالا سطور میں واضح کی گئیں۔خلاصہ کلام یہ کہ جس دین رحمت نے عرب جیسے گئے گذرے ماحول میں انسانی دلوں کو مسخر کیا اور معاشرہ کو امن وترقی کا گہوارہ بنایا، وہ دین آج ہمارے درمیان ہے اور ہمارے ہی درمیان وہ انسانیت بھی ہے جو ایسی ہی بہار کی منتظر ہے۔حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اس دین اسلام کو لوگوں کے دلوں میں راسخ فرمایا اور معاشرہ کو امن وآشتی کا گہوارہ بنایا۔اور ویران واجڑی ہوئی انسانیت کو خوشنما تبدیلیوں سے بہرور کر دیا۔دین اسلام سے والہانہ تعلق اور نبی رحمت ﷺ کی اتباع کے

ذریعہ ہی سے آج کی بلکتی سسکتی انسانیت کو دامن بہار نصیب ہوسکتا ہے۔اس ضمن میں جو قرآنی بشارتیں ہیں وہ بطور خاص امت مسلمہ کے ہر فرد کے دل و دماغ پر چھا جانی چاہیئے۔کہ انسانوں کو انسانوں کے رب سے ملانے کا کام' دین و ایمان کی اصل بات ہے۔اسی غرض کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں وجود بخشا ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ...(آل عمران: ۱۱۰)

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایات واصلاح کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔تم نیکی کا حکم دیتے ہو' برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اور اس یقین وعزم کے ساتھ لوگوں کے سامنے دین محمد ﷺ کی بات رکھی جائے کہ یہ دین تمہیں ہر طرح کی کامیابیوں سے ہمکنار کرنے آیا ہے اور تمہارا پیدا کرنے والا اللہ:

.... مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَـكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (المائدة : ٦)

تم پر زندگی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا مگر وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کردے شاید کہ تم شکر گذار بنو

ہمہ جہت کامیابی کا راز - دین کا قیام

ترقی اور خوشحالی کے نام پر اکثر لوگ محدودیت کا شکار ہو جاتے ہیں۔کہتے ہیں کہ ترقی کے لئے تعلیم پر زور دینا چاہیئے۔بعض کا زور معیشت پر ہوتا ہے۔اور بعض کا یہ ماننا ہوتا ہے کہ اللہ اللہ کرتے رہو' اللہ خود نواز دے گا۔قرآن مجید بڑے صاف صاف انداز میں واضح کرتا ہے کہ دین کو ماننا' اس پر چلنا اور انفرادی واجتماعی حیثیتوں میں اس کی رحمتوں اور برکتوں سے فیض یاب ہونا اور دوسروں کو مستفید کرانا ہی حقیقی اور ہمہ جہت کامیابی کا ضامن ہوسکتا ہے۔یہی بات سابق انبیّا کے پیروکار کے محدود رویے کو بطور نمونہ پیش کرتے ہوئے کہی گئی:

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُواْ التَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيهِم مِّن رَّبِّهِمْ لأكَلُواْ مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم (المائدة: ٦٦)

کاش انہوں نے توراۃ اور انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی تھیں۔ایسا کرتے تو ان کے لئے اوپر سے رزق برستا اور نیچے سے رزق ابلتا

کامیابی وسربلندی کا یہی راز ایک دوسری قوم کو کئے گئے خطاب سے منکشف ہوتا ہے:

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُواْ وَاتَّقَواْ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ

(الاعراف: ۹۶)

اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقوی کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے

دین اسلام کی ان حیات بخش تعلیمات کے اپنانے سے حقیقی زندگی میسر آتی ہے اور ان تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانے کی سعی وجہد، ترقی وخوشحالی کا ذریعہ بن جاتی ہے:

قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّوَجَلَّ لَوْاَنَّ عَبِيْدِیْ اَطَاعُوْنِیْ لَاَسْقَيْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّيْلِ وَ اَطْلَعْتُ عَلَيْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ وَلَمْ اُسْمِعْهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں رات کو ان پر بارش برساؤں اور دن میں ان پر سورج طلوع کرتا رہوں اور انہیں گرج کی آواز سناؤں۔ (حضرت ابوھریرہؓ - مسند احمد)

دعوت دین کا کام کسی تنظیم یا افراد یا فرد کے کرنے کا کام ہرگز نہیں ہے۔دعوت اصل میں مقصد زندگی کا تقاضہ ہے۔اللہ تعالیٰ کی بندگی، پیدائش کا مقصد ہے، اللہ کی بندگی اسی وقت پوری ہوگی جب کے دوسرے لوگوں کو، جو نہیں جانتے کہ ان کا خالق کون ہے، بتایا جائے کہ ان کا خالق کون ہے؟ اس کی مرضی کیا ہے؟ اس نے انسانوں کو دنیا میں کیوں بھیجا ہے؟ اور مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ اسی منشا کے مطابق انجام دیا جانے والا کام دعوت کہلاتا ہے جو خالصتاً اللہ کے لئے ہونا چاہئے۔دعوت کا ایک دوسرا پہلو دل سے تعلق رکھتا ہے جو ہر مسلمان کے سینے میں دھڑکتا ہے، اس دل میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی بے انتہا محبت گھر کئے ہوئے ہے۔ایسے محبت بھرے دل میں انسانوں کے لئے ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات کیوں نہ ہوں؟ کیوں ہر مسلمان یہ چاہت اپنے دل میں نہ رکھے کہ انسان جہنم سے بچ جائیں؟ انسانوں سے محبت کا یہی وہ اعلیٰ جذبہ ہے جو رسول اکرم ﷺ کے ارشاد مبارک سے واضح ہوتا ہے کہ:

میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی۔اور جب آگ روشن

ہوئی تو کیڑے پتنگے اس میں گرنے لگے اور وہ شخص ہے کہ انہیں آگ میں
گرنے سے بچارہا ہے۔ میں بھی تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر روک رہا ہوں کہ کہیں تم
اللہ کے عذاب کے مستحق نہ بنو۔

انسانوں سے خیر خواہی کے جذبہ کا عملاً اظہار، دعوت ہے۔ اس کا ایک پہلو بندگی رب کا تقاضہ ہے تو دوسرا پہلو انسانوں سے بے لوث محبت۔ اس کار دعوت کی انجام دہی کے لئے بہار کی آمد کا اہل ایمان کو اسی طرح یقین ہونا چاہئے جس طرح سورج طلوع ہونے کے بعد روشنی کے پھیلنے کا یقین ہوتا ہے۔ نبوت کے بالکل ابتدائی ایام میں رسول اکرم ﷺ نے انسانی زندگی میں آنے والی خوشنما بہار کی پیشن گوئی اسی طرح فرمائی تھی: **کلمةٌ واحدةٌ تعطونیها تملکون بها العرب وتدین لکم بها العجم**

بس یہ ایک کلمہ ہے، اسے اگر مجھ سے قبول کرلو تو اس کے ذریعے تم سارے عرب کو فتح کرلو گے اور سارا عجم تمہارے پیچھے چلے گا (سیرت ابن ہشام)

بہار انسانیت کے علمبردار بنئے

آج کے اس پر آشوب دور میں تمام ہی شعبہ ہائے حیات ایک جاں آفریں بہار کے منتظر ہیں۔ بعض میدان ایسے ہیں جو امت مسلمہ کی فوری توجہ چاہتے ہیں۔ یہ وہ میدان ہیں، جو مختلف عقائد، افکار و خیالات اور نفرت و عداوت کے نظریات لئے انسانوں کی اکثریت کو گمراہی کی اندھیری کھائیوں کی جانب لے بڑھ رہے ہیں۔

روحانیت

جس دور میں ہم رہتے ہیں وہ ایک طرح سے روحانیت کا دور بھی ہے۔ ہندوستانی عوام میں مذہب سے بڑا خاص لگاؤ تو پایا ہی جاتا ہے، لیکن دور حاضر کی نئی روحانی تحریکوں (neo spiritual movements) نے مختلف میدانوں میں مذہبی جذبات کو نت نئے رنگ میں ڈھال دیا ہے، اور اس کے لئے وہ مسلسل کوشاں ہیں۔ دفتر سے لیکر بستر مرگ تک اور گھر سے لیکر بازار تک شاید ہی کوئی گوشہ بچا ہو جس کے لئے یہ نام نہاد تحریکیں اور اس سے وابستہ افراد مصروف نہ ہوں۔ زندگی کے ہر معاملہ کو روحانیت سے جوڑ دیا جارہا ہے، روحانی تحفے، روحانی غذائیں، روحانی کتابیں، روحانی رہنما، روحانی موسیقی نہ جانے اور کیا کیا؟ مختلف ٹی وی چینلوں کے ذریعہ بعض مخصوص دواؤں اور خاص قسم کے زیور یا

پتھر وغیرہ کے اشتہارات ایسے نشر کرتے ہیں کہ کچھ پوچھومت' کہتے ہیں کہ ان دواؤں کے استعمال سے بانجھ پن' شکر کی بیماری' گنجاپن' موٹاپا' نامردی جیسے امراض ومسائل سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ بھولی بھالی عوام ان کے جھانسے میں آجاتی ہیں ۔اب یہ معاملہ اتنا سنگین ہو چکا ہے کہ بعض ریاستوں میں تو باضابطہ *drugs and cosmetics rules* کے تحت ان ٹی وی چینلوں کے خلاف قانونی کارروائیاں کی جارہی ہیں ۔(انڈین ایکسپریس ۴ جنوری ۲۰۰۴)۔

ایک گمراہ کن افواہ جو چند دنوں پہلے تک بڑے اہتمام سے پھیلائی جارہی تھی کہ 21 ڈسمبر 2012 کو دنیا کا خاتمہ ہوجائے گا' عوام کو بے وقوف بنانے اور اپنی دکان چمکانے کی ایک ایسی ہی ترکیب محسوس ہوتی ہے۔اس پر طرفہ تماشہ یہ کہ لوگوں کی بھاری اکثریت کو یہ باور کرانے میں کامیاب نظر آتے ہیں کہ تمام مسائل کا حل اور الجھنوں سے نجات مخصوص انداز سے زندگی گذارنے' ہنسنے ہنسانے' تالیاں بجانے اور صبح وشام ورزش کرنے سے ممکن ہے۔ نادانوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ صحت مند ہندوستان کے لئے صرف لوگوں کا صحت مند رہنا ضروری ہے' چاہے انسانی اخلاق کتنے ہی پست کیوں نہ ہو جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ روح کے مطالبات کی تکمیل میں ہمیشہ سے ایسی بے اعتدالیاں ہوتی رہی ہیں ۔روح کے مطالبات کی احسن انداز سے تکمیل صرف الہی ہدایات کی روشنی میں ممکن ہے۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ انسان روح وجسم کے مجموعہ کا نام ہے۔ جسم کی ضروریات مادی اشیاء سے پوری ہوتی ہیں۔ جنہیں مرغوبات نفس کہا جاتا ہے۔ان مادی اشیاء کے استعمال سے جو سرور وکیف دل ودماغ پر چھا جاتا ہے' اور جو لذیتیں محسوس ہوتی ہیں وہ بھی کسی نہ کسی درجہ میں مادی ہی ہیں ۔ چنانچہ ہر دور میں جسم کے مطالبات کی تکمیل پر کافی زور دیا گیا۔ یہاں تک دنیا پرستی اس قدر غالب آگئی کہ ماضی کی بعض قومیں تو اسی لئے تباہ ہوئیں کہ وہ اپنی مادی قوت کی بنا خدا کے خلاف بغاوت اور زمین میں فساد برپا کرتے تھے - الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ٥ فَأَكْثَرُوا فِيْهَا الْفَسَاد (الفجر: ۱۲ ـ ۱۱)۔اور اپنی معاشی ترقی و خوشحالی پر اترایا کرتے تھے۔ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا.... (القصص: ۵۸)-

اس مادی نقطہ نظر کی بحث سے پرے جب انسان کے روحانی پہلو پر غور کیا جائے تو حضرت انسان کی کئی الجھنیں آشکارہ ہوتی ہیں ۔ روح کی شادمانی اور مسرت کے سامان کیا ہیں اور انہیں کیسے حاصل کیا جاسکتا

ہے؟ اس کا صحیح جواب ان لوگوں کو کبھی نہیں ملا جو خدا کی ہدایت سے بے نیاز اپنی خود مختاری کے زعم میں مبتلا تھے۔ اس معاملہ میں انہوں نے یا تو غلو سے کام لیا یا پھر سراسر گمراہی کے راستے اختیار کیئے۔ دین اسلام کا نمایاں جوہر یہ ہے کہ اس میں روحانیت موجود ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے روحانیت کی تعلیم کو الاحسان کے نام سے موسوم فرمایا' اس سلسلہ کی صحیح حدیث مسلم شریف میں ہے جسے حضرت عمر بن خطاب ؓ نے روایت فرمایا:

اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدُ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ

احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر تم یہ نہ کر سکو تو پھر اس طرح اس کی عبادت کرو گویا کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے

رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد مبارک سے روحانیت کا اصل تصور اجاگر ہوتا ہے' جو آج کے تمام نام نہاد طریقوں اور روحانیت کے نام پر کیئے جانی والی حرکات کی نفی کرتا ہے۔ اس حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے کہ روحانیت کا اصل مقصود قلب کا رابطہ' اللہ رب العالمین کے ساتھ درست ہو جائے۔ اور اس رابطہ کی درستگی کے لئے کی جانے والی کوشش بندگی رب کہلاتی ہے۔ یعنی بندگی رب کا بلند ترین مقام یہ ہے کہ عبادت اس طرح کی جائے کہ اللہ کا منظور نظر بننا اور اس کی رحمت کا امیدوار بننا پیش نظر رہے۔ اور دوسرا بلند مقام یہ کہ بندگی کے ذریعہ وہ مقام علم وعرفان حاصل کرنے کی کوشش کی جائے جس کے توسط سے اللہ کی نشانیوں سے عبرت اور کائنات میں اس کے حسن و جمال کے جلوؤں سے بصیرت حاصل ہو سکے۔ چنانچہ دلوں کا اطمینان' سکون وراحت اور امن جیسے روح کے مطالبات صرف ایمان ہی سے وابستہ ہیں۔ روح اور جسم کے اس کشمکش دور میں امت مسلمہ کو اپنا وجود منوانا چاہیئے۔ ماضی میں سنتے ہیں کہ سادھو سنتوں کے بالمقابل اولیا اللہ نے بڑی محنتوں سے اسلام کی حقانیت واضح کی اور بڑی حد تک وہ کامیاب بھی ہوئے۔ کوئی شخصیت یا کوئی میدان ایسا نہیں رہا جہاں صرف باطل ہی کی نمائندگی ہوتی ہو' بلکہ اہل حق نے ہر جگہ باطل کو دندان شکن جواب دیا۔ لیکن افسوس کے دور حاضر میں ملت کے ایسے افراد کا دور دور تک پتا نہیں چلتا۔ صبح سویرے کسی بھی چینل کو دیکھ لیں' انسانوں کی ایسی اکثریت نظر آئے گی جو روحانیت کی تلاش میں ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انسانیت کا یہ حصہ ایک طرح کے روحانی بہار کا منتظر ہے۔ ایسا

کیوں نہیں ہوتا کہ حسن وسلیقہ سے یہ دعوت ہر خاص و عام تک پہنچائی جائے کہ امن وسکون کا تعلق اصل میں دل کی ایک خاص کیفیت سے ہے۔ اور دل کی اس خاص کیفیت کا حصول تالیاں بجانے، ہنسے اور بے تکی حرکتیں کرنے سے نہیں بلکہ اپنے خالق و مالک کو جاننے، پہچاننے اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی گذارنے سے ممکن ہے:

الَّذِیْنَ آمَنُواْ وَلَمْ یَلْبِسُواْ إِیْمَانَھُم بِظُلْمٍ أُوْلَـئِکَ لَھُمُ الأَمْنُ وَھُم مُّھْتَدُون (الانعام: ۸۲)

حقیقت میں تو امن وسکون کی زندگی انہیں کے لئے ہے اور راہ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا

مادہ پرستی اور راہ اعتدال

گرچہ ہمارے ملک میں کروڑوں کی تعداد ایسی ہے جو سطح غربت سے نیچے زندگی گذار رہی ہے۔ جنہیں ایک وقت کا کھانا بھی مشکل سے بہم پہنچتا ہے۔ لیکن اس تناظر میں مادہ پرستی کے بڑھتے ہوئے رجحان سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ گلوبلائزیشن کے اس دور میں کمانے اور خرچ کرنے کے بے انتہا امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔ گلوبلائزیشن کی وجہ سے جو چیزیں کبھی بڑی قیمتی سمجھی جاتی تھیں، اور جن کا استعمال عام آدمیوں کے لئے تصور نہیں کیا جا سکتا ہے، اب ہر خاص و عام کے دسترس میں آ گئی ہیں۔ جیسے ٹی وی، کمپیوٹرس، ایرکنڈیشن وغیرہ۔ پھر عالمگیریت نے خصوصیت کے ساتھ نوجوانوں کے سامنے اپنے کیریر کو سنوارنے کے بے پناہ دروازے کھول دیئے ہیں۔ یہاں تک کہ 18 تا 22 سالہ نوجوان بڑے شہروں میں ماہانہ ہزاروں روپیئے کمانے لگے ہیں۔ اور جس انداز سے وہ اپنی رقم خرچ کرتے ہیں، اس بنا ان کی کمائی کو *disposable income* کہا جانے لگا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ ہمارے ملک میں 20 تا 24 سالہ کمانے والے نوجوان ہر سال 3 ملین کی تعداد میں بڑھتے ہیں۔

مادہ پرستی سے متعلق یہ تو ہوئی عام لوگوں کی بات، اگر آپ مزید جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ہمارے ملک میں مادہ پرستی کا رجحان اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اب دوڑ صرف دولت کمانے کیلئے نہیں بلکہ امیر ترین (*super rich*) بننے کیلئے ہو رہی ہے۔ وہ شخص امیر ترین شخص کہلاتا ہے جس کے پاس دس سال یا اس سے زائد مدت تک کیلئے 25 کرورڑ روپئے ہوں۔ اس ملک کی ایک مشہور تجارتی کمپنی نے کچھ

کمپنیوں کے الحاق کے ساتھ جو سروے کیا ہے اس کے مطابق 12-2011 میں امیر ترین (super rich) لوگوں کی تعداد 81 ہزار بتائی گئی ہے جبکہ آئندہ پانچ سالوں میں ان کی تعداد 2 لاکھ 86 ہزار ہونے کا امکان ہے۔ ہمارے ملک کے دس بڑے شہروں دہلی، احمد آباد، بروڈہ، چینئی، ممبئی، بنگلور، حیدر آباد، پونے، کلکتہ اور چندی گڑھ میں کئے گئے سروے کے مطابق امیر ترین لوگ انتہائی عیش پسند زندگی گذار رہے ہیں۔ رہن سہن کا اعلیٰ معیار، قیمتی کپڑوں اور گاڑیوں کی خرید، سیر و تفریح کیلئے مہنگے مہنگے سفر کرنا نیز مختلف قسم کی تقاریب منعقد کرنا، ان کی زندگی کا معمول بن چکا ہے۔

آج جتنی بھی معاشرتی برائیاں نظر آتی ہیں جیسے غربت، جسم فروشی، بے روزگاری وغیرہ یا تو یہ دولت مندوں کی بے اعتدالی کی وجہ سے ہے یا پھر دولت کے غلط استعمال کی وجہ سے۔ کرپشن بھی درحقیقت، اسی کرپٹ ذہنیت کا کڑوا کسیلا پھل ہے جس کے خلاف آج سارا ہندوستان نظر آتا ہے۔

جن لوگوں کو مخاطب کیا جاتا ہے ان کی خاصی اکثریت ایک طرح کے تذبذب میں مبتلا نظر آتی ہے کہ آیا مادہ پرستی میں اعتدال ضروری ہے یا نہیں۔ جو سرے سے اسلام کو نہیں مانتے ان کے لئے اہم ترین سوال یہ کہ آخر مادہ پرستی سے اجتناب کیوں؟ دین اسلام دنیا میں جینے کا ڈھنگ سکھاتا ہے۔ یہ ترغیب دیتا ہے کہ دنیا میں جو حصہ رکھا گیا ہے اس کے حصول کی منصوبہ بند کوشش ہونی چاہئے:

....وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنيَا....(القصص: ۷۷)

دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش مت کرو

دنیا کی لذتیں صحیح معنوں میں لطف کیسے دیتی ہیں، دین اسلام کی تعلیمات اسے اجاگر کرتی ہیں۔ لیکن اس میں احتیاط اس پہلو سے کہ دنیا کی لذتیں اور مادہ کی چاہت اس قدر نہیں بڑھنی چاہئے کہ خدا اور اسکے احکامات پس پشت ہو جائیں۔ لہذا جہاں تک دنیا کمانا ہے، کمانے میں کوئی حرج نہیں بس اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ مال کا کمانا، اور اس سے متعلق دیگر مصروفیات، خدا کی یاد سے غفلت کا ذریعہ نہ بنیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (المنافقون: ۹)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ جو لوگ ایسا کریں وہی

خسارے میں رہنے والے ہیں

گر چہ یہ خطاب اہل ایمان سے ہے لیکن جب اس ارشاد ربانی کے تناظر میں ہم وطنوں کی صورت حال سمجھنا چاہئیں تو مطلب یہ ہوگا کہ جب تک ان کے سامنے دنیا اور دنیوی وسائل کا صحیح تصور واضح نہ کریں' انہیں حق تک رسائی میں مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ کبھی ان کے حاصل کئے ہوئے وسائل آڑ بنیں گے تو کبھی ان کی اولادیں۔ مادہ پرستی کا رجحان آج اپنے عروج پر دکھائی دے رہا ہے جس نے انسان کو انتہائی غیر ذمہ دار اور صارف بنا دیا ہے۔ یہ گویا معاشی میدان کے اندھیرے ہیں' جنہیں حق کی روشنی سے دور کرنا ہے۔

مادہ پرستی کے اس دور میں اسلامی تعلیمات ایک خوشگوار تبدیلی کا محرک بنیں گی۔ آج کی معاشی بدعنوانیوں پر مکمل قابو اسی وقت پایا جاسکتا ہے جب کہ انسان کو بتایا جائے کہ اس کی دولت میں خدا کا اور خدا کے بندوں کا بھی حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو وسائل انسان کو دیئے گئے ہیں' ان پر وہ محض ایک نگران کار ہے۔ جو دولت اسے حاصل ہوئی ہے' جن اسباب اور ذرائع سے اس نے اسے کمایا ہے' وہ سب کے سب اس کے خالق کے ہیں۔ انسان کا مطلوب رویہ یہی ہونا چاہئے کہ جس خدا کے فضل سے اسے مال ملا' اس کو اسی کے بتائے ہوئے راستے میں خرچ کرے:

....وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ (الحدید:۷)

اور خرچ کرو ان چیزوں میں سے جن پر اس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے

مال کے اسی تصور سے یہ بات بھی عقل قبول کر لیتی ہے کہ' اطراف واکناف میں جو لوگ رہتے ہیں' وہ دولت کے حصہ دار ہیں۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ (المعارج:۲۶-۲۵)

جن کے مالوں میں پوچھنے والے اور محروم کا مقرر حق ہے

یوں معاشی بدعنوانیوں سے انسانیت کو محفوظ رکھنے کیلئے' دولت کے صحیح تصور کے ساتھ ساتھ اس کا صحیح مصرف بھی واضح کیا گیا:

وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا

اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ....(الاسرا: ۲۶-۲۷)

رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔فضول خرچی نہ کرو۔فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں

جو ایمان والے ہیں ان کے لئے یہ تعلیمات راست ہدایت کا ذریعہ بنیں گی۔وہ قناعت پسند بنیں گے۔ دنیا کی چاہتیں کبھی ان کی دل کی چاہت نہیں بنیں گی۔وہ اپنے مال کو اپنوں پر بھی خرچ کریں گے۔ان کا دل اس بات پر مطمئن ہوگا کہ جو بھی ملا ہے بس رب کا فضل ہے۔رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک انہیں مزید زاہد و عابد بنا دے گا:

مَنْ رَضِیَ مِنَ اللّٰہِ بِالْیَسِیْرِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِیَ اللّٰہُ مِنْہُ بِالْقَلِیْلِ مِنَ الْعَمَلِ

جو اللہ کے تھوڑے دیئے ہوئے رزق پر راضی ہوا' اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے عمل سے راضی ہو جائے گا (حضرت ابوھریرہؓ - ترمذی)

رہے وہ لوگ جو اپنے خالق و مالک سے ناواقف ہیں' ان کے وسائل و ذرائع ہی خالق کے صحیح فہم و شعور کے حصول میں مدد و معاون بنیں گے۔آخر انسان اور انسان کی کمائی ہوئی دولت' دونوں خدا ہی کے تو ہیں۔ایسے ناواقف خدا' برملا اعلان کریں گے:

اِنِّیۡ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَیۡرِ عَنۡ ذِکۡرِ رَبِّیۡ (ص: ۳۲)

میں نے اس مال کی محبت اپنے رب کی یاد کی وجہ سے اختیار کی ہے

اسلامی تعلیمات کے عملی نمونے

جب اسلامی تعلیمات کو حیات بخش کہا جائے' تو دنیا کی آنکھیں اس کی رحمتوں اور برکتوں پر مرکوز ہوں گی۔اسلامی تعلیمات کے ثمرات دیکھنے کے لئے لوگ مشتاق ہوں گے۔اور سچ بات تو یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات پر جب سارا مسلم معاشرہ عمل پیرا ہو تو اس کی رحمتوں اور برکتوں کا مشاہدہ اس باغ کی طرح ہوگا جس میں بہار آئی ہو۔لوگوں کو سمجھانے کی کم ہی ضرورت پیش آئے گی کہ آیئے دیکھئے باغ میں بہار آئی ہے۔اگر مسلمان' بحثیت مجموعی اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں تو بلاشبہ اسلامی بہار کا مشاہدہ ہر ایک کے لئے فطری طرز پر ہوگا۔سب سے پہلے ایک مسلم کی شخصیت بطور نمونہ اجاگر ہونی چاہئے۔کہ یہ ایسا شخص ہے جس سے ہر وقت خیر کی توقع کی جاسکتی ہے۔شر سے بالکل امان میسر آسکتا ہے۔پھر ہماری ازدواجی

زندگیاں لوگوں کو یہ سجھائیں کہ دین اسلام کی برکتوں سے شوہر اور بیوی کے تعلقات کس حد تک خوشگوار ہوتے ہیں۔ پھر ہمارے بچے، ان کا رہن سہن، گلیوں میں ان کا کھیلنا، پڑوسیوں کے ساتھ ان کے معاملات ایسے ہوں کہ لوگ ان بچوں کے اعلیٰ اخلاق پر رشک کریں۔ پھر ہمارا گھر، ہر اعتبار سے مثالی ہو۔ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک ہو۔اور ہر پڑوسی اپنے کو ہر طرح کے شر سے محفوظ سمجھے۔ ہمارے خاندان مثالی ہوں، اور ایسے خاندانوں کی تعمیر ہندوستانی عوام کی ترجیح بن جائے۔امر واقع یہ ہے کہ آج ہندوستانی سماج اپنے اندرون سے کمزور ہوتا جارہا ہے کیوں کہ ہر سطح پر، خاندانی نظام پارہ پارہ ہورہا ہے۔ پھر ہماری مسجدیں، تعلیمی ادارے، رفاہی ادارے، ہماری تنظیمیں غرض انفرادی اور اجتماعی حیثیت میں اس قدر مثبت طرز عمل اختیار کرلیں کہ معاشرہ جان جائے کہ یہ دین اسلام کی رحمتوں اور برکتوں کا نتیجہ ہے۔آج معاشرہ مسلمانوں کے ایسے جاں پرسوز طرز عمل دیکھنے کا مشتاق نظر آتا ہے کیونکہ کہیں سے بھی کوئی خیر کی توقع اب اسے نہیں رہی۔

میدان سیاست

لفظ سیاست اصل میں ان اخلاقیات کے لئے بولا جاتا ہے جن کے ذریعہ سے حکومت چلانا، لوگوں کی رہنمائی کرنا اور معاشرہ کو امن وسکون کا گہوارہ بنانا مقصود ہوتا ہے۔ دین اسلام ہی کے پاس اخلاقیات کا وہ ضابطہ ہے جس سے سیاست کے یہ اعلیٰ مقاصد پورے ہوتے ہیں۔مگر دین سے متعلق ایسا تصور ملت میں عام نہیں ہے۔ جب دین اسلام کو محدود معنوں میں لیا گیا، نتیجتاً دھیرے دھیرے ایسی اجتماعی فکر بنتی چلی گئی کہ دین کو سیاست سے بالکل لاتعلق قرار دیا گیا۔حالانکہ قرآن کریم میں اس ضمن کی واضح تعلیمات موجود ہیں اور رسول اکرم ﷺ کا مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں قیام، دعوتی جدوجہد اور اسلامی ریاست کا قیام، اور اس کاز کے لئے اصحابؓ کی تیاری ظاہر کرتی ہے کہ دین اور سیاست کوئی جدا جدا چیز نہیں بلکہ دین ہی کا ایک حصہ سیاست ہے۔

اس گمشدہ اور گمنام گوشہ - میدان سیاست - میں بہار کو یقینی بنانا، اسلام کے اہم ترین مطالبات میں سے ایک ہے۔ کیونکہ آج کسی بھی سطح کے حکمران اپنے طرز عمل اور طرز فکر سے یہ باور نہیں کرا سکے ہیں کہ وہ فی الواقع لوگوں کی رہنمائی و رہبری کے اہل ہیں۔ ہندوستانی سیاست اور سیاسی حکمرانوں کے کارنامے

جو گذشتہ چند دہائیوں سے سامنے آئے ہیں وہ ایسے ہیں جو گلی کے چوروں' گھاٹی کے ڈاکوؤں اور مکر و فریب سے اپنے مفاد حاصل کرنے والے دلالوں کو بھی شرمندہ کر جائیں۔صحت عامہ سے لیکر پانی تک اور زراعت سے لیکر ماحولیات تک ایسے کئی مسائل ہیں جنہیں فوری حل کرنا تو در کنار' ان کا صحیح صحیح احاطہ تک نہیں کیا گیا ہے۔چنانچہ ان مختلف میدانوں میں لوگوں کی مشکلات میں دن دگنی اور رات چوگنی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ہمارا ملک سائندانوں اور انجینئروں کی کثرت کے باعث دنیا کا چوتھا بڑا ملک ہے اس کے باوجود ملک کی سالانہ شرح آمدنی غریب ترین ملکوں میں شمار کی جاتی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ عوام کے ذمہ دار بن کر یہاں کے حکمرانوں نے عوام سے بڑا ہی گھناؤنا مذاق کیا ہے۔ان کا اپنے وسائل سے عوام کو فائدہ پہنچانا تو دور کی بات ہے جو قدرتی وسائل انسانوں کے تصرف میں آسکتے ہیں ان کو تک بیچ ڈالا۔اور جو قدرتی وسائل والے علاقوں میں باشندگان بستے ہیں ان پر مختلف الزام لگا کر وہاں سے نکلنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔تا کہ وسائل کے بے دریغ استعمال میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو۔نام نہاد دہشت گردی کے نام پر بے قصور لوگوں پر جو ظلم ہو رہا ہے وہ تو سارا ہندوستان جانتا ہے۔غرض انسانی حقوق کی پامالی ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہی۔مضحکہ خیز بات یہ کہ جس جمہوری اور سیکولر ملک کے یہ حکمران ہیں' انہوں نے اپنے طرز عمل سے اس کی دھجیاں اڑائی ہیں۔ہندوستان جیسی رفاہی ریاست کا کام عوام کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کرنا ہے۔اب اس ملک میں کروڑوں کی تعداد میں لوگ بھوکے ہوں اور سطح غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہوں تو اسکا مطلب یہی ہوگا کہ حکمران کسی بھی لحاظ سے ملک اور باشندگان ملک کے خیر خواہ نہیں ہیں۔سیاست دانوں کی یہ بے حسی اور غیر ذمہ دارانہ پن کی حیثیت' میدان سیاست میں موسم خزاں کے خار دار درختوں اور کڑوے کسیلے پھلوں کی سی ہے۔ان حالات میں لوگوں کی رہنمائی ورہبری کرنا' امت مسلمہ کی دینی واخلاقی ذمہ داری بنتی ہے:

وَمَا لَكُمْ لاَ تُقَاتِلُونَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ....(النساء : ۷۵)

آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر جدوجہد نہ کرو جو کمزور پا کر دبا لئے گئے ہیں

افراد امت' دوسری قوموں کی طرح آنسو نہیں بہا سکتے' اور نہ ہی بے بسی ولاچاری کا اظہار کر سکتے ہیں۔جو

قومیں روتیں ہیں اس لئے کہ ان کے پاس نہ خدا ہے اور نہ ہی خدائی ہدایت۔ملت کو چاہئے کہ اس کے پاس انسانوں کی دنیا وآخرت سنوارنے کے جو بیش بہا خزانے قرآن وسنت کی صورت میں ہیں ان کے مطابق اپنے انفرادی اور اجتماعی عمل کو یقینی بنائے‘اس یقین کے ساتھ کے اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت حاصل ہوکر ہی رہے گی۔

سیاست کے میدان میں اسلامی اقدار کا فروغ‘ بہار کا موجب ہوگا‘ انشاءاللہ۔اہل ایمان آگے آئیں اور اس دین کی بنیاد پر دنیا کی قسمت سنوارنے کے سیاسی عمل کو اپنے لئے سعادت سمجھیں۔یہ تمنا دلوں میں کروٹیں لینے لگے کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ اقتدار سے نوازے تو ہم ہر طرف نیکیوں کی بہار لائیں گے اور برائیوں سے معاشرہ کو پاک رکھیں گے:

الَّذِيْنَ اِن مَّكَّنَّاهُمْ فِيْ الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ....(الحج: ۴۱)

اگر ہم اہل ایمان کو زمین میں اقتدار بخشیں تو یہ نماز قائم کریں گے‘زکوۃ دیں گے‘نیکی کا حکم دیں گے اور برائیوں سے منع کریں گے

سچ جانئے‘ آج کی سیاست ان اقدار سے بالکل عاری ہے۔ہمارے ملک میں غربت کی اصل وجہ وسائل کی تنگی نہیں بلکہ دولت کا ارتکاز ہے۔دولت غریبوں سے امیروں کی جھولی میں چلی جارہی ہے۔ہمارے ملک میں بلاشبہ کروڑ پتیوں کی کمی نہیں لیکن بے یارومددگار غریب کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔اسلام کا نظم زکوۃ‘اصل میں دولت کے بہاؤ کا نام ہے۔امیری اور غریبی کے اس امتیاز کو مٹانے کے لئے ہے‘جس کے تحت دولت امیروں کی جیبوں سے نکل کر غریبوں کے دامن میں آپڑے گی:

تُوْخِذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ اِلَى فُقْرَ ائِهِم

(مال) تمہارے ساہوکاروں سے حاصل کیا جائے گا اور اسے تمہارے فقرا میں تقسیم کیا جائے گا (حضرت ابو ھریرہؓ - ابو دائود)

حکمرانوں کے ذہن کے کسی کونے میں شاید ہی یہ بات ہوگی کہ نیکیوں کو پھیلانا اور برائیوں کو مٹانا ان کی ذمہ داری ہے۔بلکہ ان کے رویے سے الٹا تاثر ملتا ہے کہ وہ کرسی پر اس لئے بیٹھے ہیں کہ برائیوں کو عام کریں۔

الیکٹرانک میڈیا کے بے تکے استعمال اورعوام دشمن پالیساں ان کی اسی مجرمانہ روش کوظاہر کرتی ہیں۔

رسول اکرمﷺ سے بے انتہا محبت اور عقیدت کا تقاضہ ہے کہ آپﷺ کے ارشادمبارک کی روشنی میں حکمران اور رعایا کے درمیان صحت مند تعلقات استوار کرنے کی کوشش میں لگ جائیں۔ یہ ایک ایمانی تقاضہ بھی ہے کیونکہ اسلام ہی وہ دین ہے جوحکومت میں رعایا کوحصہ دار بنایا ہے۔لہذا حکمران اور رعایا کے درمیان بڑے والہانہ تعلقات ہوں۔ ان تعلقات کی صحت پر' سماج اور ملک کی صحت کا دار و مدار ہے۔حکمران ورعایا کے درمیان ایسے تعلقات بغیر خدا کی محبت اور ایمان کے ممکن نہیں۔لہذا جب ہم حکمران ورعایاکے درمیان کےتعلقات کا اظہاررسول اکرمﷺ کی زبانی اسطرح کریں:

..... خِيَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ يُحِبُّونَكُمْ وَ تُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَ يُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ.....(مسلم)

تم میں کے بہترین ذمہ داروہ ہیں جن سے تم محبت کرواوروہ تم سے محبت کریں۔تم ان پر رحمت وسلامتی کی دعا کرو اوروہ تمہارے لئے رحمت وسلامتی کی دعا کریں

تو مطلب یہی ہوگا کہ ہم سیاست کے میدان میں اسلام کے حیات آفریں اقدار کو جاری وساری کررہے ہیں۔

انسانوں کوجس محبت اور یگانگت کے ذریعہ دعوت دین دی جاتی ہے' سیاست اس کا دوسرا پہلو ظاہر کرتا ہے۔یعنی انسانوں کومسائل اورمشکلات سے حتی الامکان آزادرکھنے کی کوشش ہونی چاہیئے تاکہ وہ امن و سکون کے ماحول میں اپنی ذات' اس کائنات اور خالق پرغوروفکر کرسکیں۔گرچہ معاشرتی برائیوں کے ازالہ کے لئے اقتدارضروری نہیں' ایک غالب خیال ذہن میں ابھرتا ہے کہ اگرسیاسی قوت میسر آجائے تو یقیناً معاشرتی برائیوں اور برائیوں میں ملوث افرادکی اصلاح کا کام بدرجہ اتم کیا جاسکتا ہے۔ بہرحال ہر دوصورت میں معاشرتی بگاڑ کو بڑی سنجیدگی کے ساتھ اڈریس کرنا چاہیئے۔کیوں کہ رسول اکرمﷺ نے معاشرتی بگاڑکوعذاب الہی کےایک یقینی ذریعہ کےطورپرواضح فرمایاہے:

مَا ظَهَرَ الْغَائِلُ فِيْ قَوْمٍ اِلَّا اَلْقَى اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ وَلاَ فَشَاالزِّنَافِيْ قَوْمٍ اِلَّا كَثُرَفِيْهِمُ الْمَوْتُ وَلاَ نَقَصَ قَوْمُ نِ الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِلَّا قُطِعَ

عَنْهُمُ الرِّزْقُ وَلاَ حَكَمَ قَوْمٌ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلاَّفَشَافِيْهِمُ الدَّمُ وَلاَ
خَترَ قَوْمٌ بِالْعَهْدِ اِلاَّ سُلِّطَ عَلَيْهِمُ الْعَدُوُّ

جس قوم میں خیانت ظاہر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے۔ اور جس قوم میں زنا پھیلے وہاں موت کی کثرت ہو جاتی ہے۔ جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس کا رزق کم کر دیا جاتا ہے جو قوم حق کے خلاف فیصلے کرے اس کے درمیان خونریزی عام ہو جاتی ہے۔ جو قوم اپنا معاہدہ توڑے اس پر دشمن مسلط کر دیا جاتا ہے۔

(حضرت ابن عباسؓ - موطامالك)

اب ظاہر بات ہے کہ جو لوگ، لوگوں کی فکر کریں، ان کے مسائل کے لئے یکسو ہو جائیں اور انہیں ہر طرح سے سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے نیک اعمال انجام دیں، ان کا یہ طرزِ عمل، رب کریم کی مزید رحمتوں اور برکتوں کا موجب ہوگا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً ....(النور: ۵۵)

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ انہیں ضرور ملک کی حکومت عطا کرے گا جیسا ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو عطا کر چکا ہے۔ ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے۔ اور ان کی حالت خوف کو امن سے بدل دے گا

اور آخرت میں بلندیٔ درجات کا ذریعہ بھی:

مَنْ اَغَاثَ مَلْهُوْفاً كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ ثَلثاً وَّ سَبعِيْنَ مَغْفِرَةً وَّاحِدَةً فِيْهَا صَلاَحُ اَمْرِهٖ كُلِّهٖ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ لَهُ دَرَجَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

جس نے کسی مظلوم کی فریادرسی کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے تہتر (۷۳) مغفرتیں لکھ دیتا ہے جن میں سے ایک اس کے تمام کاموں کو درست کرتی ہے اور باقی بہتر (۷۲) قیامت کے روز اس کے لئے درجات ہوں گے۔ (حضرت انسؓ - بیہقی)

معاشرہ میں امن کا قیام

آج کے دور کا ایک اور المیہ معاشرہ میں امن وسلامتی کے قیام سے متعلق ہے۔ معاشرہ میں امن کا قیام، معاشرہ میں رہنے والے ہر فرد کے تعاون ہی سے ممکن ہے۔ نہ صرف تعاون بلکہ ہر فرد میں اعتماد کی روح

پھونکی جائے کہ اس کا وجود معاشرتی بھلائی کے لئے ہے۔تا کہ ہر فرد معاشرہ کے ہر فرد سے انسانی بنیادوں پر تعلقات استوار رکھے' ان کے ساتھ مل جل کر رہنے میں اپنا اور دوسروں کا بھلا سمجھے اور اگر کسی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر صبر کرے الا یہ کہ معاشرہ سے کٹنے کا خیال اپنے دل میں لائے۔ رسول اکرم ﷺ نے معاشرہ میں امن کے قیام کیلئے اس امر کو ایک بنیاد کی حیثیت سے پیش فرمایا:

اَلَّذِی یُخَالِطُ النَّاسَ وَیَصْبِرُ عَلٰی اَذَاھُمْ خَیْرٌ مِنَّ الَّذِیْ لاَ یُخَالِطُ وَلاَ یَصْبِرُ عَلٰی اَذَاھُمْ

وہ جولوگوں سے مل جل کر رہتا ہے اوران کے تکلیف دینے پر صبر کرتا ہے اس سے بہتر ہے جولوگوں سے مل جل کر نہیں رہتا اور نہ ہی ان کے تکلیف دینے پر صبر کرتا ہے (حضرت ابو ہریرہؓ - ترمذی)

معاشرتی امن کیلئے ایک فرد کا بھی معاشرہ سے جدا ہونا پسندیدہ نہیں چہ جائیکہ کسی گروہ کی بات کی جائے۔ مگر ستم ظریفی دیکھئے آج معاشرہ میں امن کی بحالی اور سیکورٹی کے نام پر ایک مخصوص لوگوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔اس تناظر میں پرزور وضاحت کرنی چاہئے کہ مظلوموں پر ظلم' معاشرتی امن' ترقی وخوشحالی کے لئے سم قاتل ہے۔ رہی بات سماج دشمن عناصر کی' وضاحت کی جائے کہ دین اسلام نے ان سے کس حد تک دوری اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ کہ دہشت گرد حملہ اور کارروائی تو دور کی بات' رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ حَمَلَ عَلَیْنَا السِّلاَحَ فَلَیْسَ مِنَّا

کہ جو ہم پر تلوار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے (حضرت ابو الدرداؓ - مشکوۃ)

رہی بات عصبیت کی' اس سے فکر وعمل کی پاکی ہی سے ایمان سلامت رہ سکتا ہے۔ لہذا جو بھی برائی کرے گا' اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ایک شخص نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا:

اَ مِنَ الْعَصَبِیَّۃِ اَنْ یُّحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَہٗ؟قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لاَ وَلٰکِنْ مِّنَ الْعَصَبِیَّۃِ اَنْ یَّنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَہٗ عَلَی الظُّلْمِ

کیا اپنے لوگوں سے محبت کرنا عصبیت ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا نہیں' بلکہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی ظلم کے معاملے میں اپنی قوم کا ساتھ دے۔ (حضرت ابو فیلہؓ - مشکوۃ)

پھر عصبیت سے لاتعلقی کا اظہار فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰى عَصَبِيَّةٍ وَّ لَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِيَّةٍ وَّ لَيْسَ مِنَّا مَنْ مَّاتَ عَلٰى عَصَبِيَّةٍ

وہ ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی طرف بلائے اور وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت کے باعث لڑے اور وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مرے۔(حضرت جُبَیْربن مُطْعِمؓ - ابو داؤد)

امن کے قیام اور استحکام کے لئے باہمی اعتماد کی فضا بڑے پیمانے پر عام ہونی چاہئے۔ کسی بھی فرد کو کہیں بھی اجنبیت کا احساس نہ ہو اور نہ ہی وہ اپنے کو مجرم سمجھ بیٹھے۔ لیکن یہ ایک عام منظر ہے کہ ہر طرف سیکورٹی اور نگہداشت کے نام پر غیر ضروری چیکنگ اور جگہ جگہ کیمرے نصب کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ کیا دکان اور کیا بس اور ریلوے اسٹیشن' کیا ٹرافک سگنل اور کیا ایرپورٹ ہر جگہ مشکوک ہاتھ (سیکورٹی چیک اپ) اور مصنوعی آنکھوں (کیمرے) کا ڈیرہ ہے۔ اس سے بڑی حد تک ایک مصنوعی ماحول فروغ پا رہا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ معاشرہ کی حفاظت کرنا ہر شہری اپنا فرض سمجھے' اسے کیمروں کی آنکھوں سے گذار کر یہ باور کرایا جاتا ہے کہ بگاڑ کا تم بھی ایک سبب ہو سکتے ہو۔ دکانوں میں بھی کیمروں کی موجودگی نے نوکروں میں سے اپنے مالک کے لئے اخلاص کے ساتھ کرنے والے کاموں کو بڑی حد تک متاثر کیا ہے۔ یہاں بھی کام کاج میں مصنوعیت غالب نظر آتی ہے۔ اگر معاشرہ میں باہمی اعتماد کی بجائے اس طرح ایک دوسرے کے ٹوہ میں لگنے کا معاملہ ہو تو' امن کا قیام ایک خواب ہی رہ سکتا ہے کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ معاشرہ میں رہنے والے لوگ کار خیر میں باہمی اعتماد کے ساتھ کاندھا ملا کر سعی و جہد کر سکیں۔ رسول اکرم ﷺ نے معاشرتی بھلائی کے لئے زریں اصول واضح فرمائے:

اِنَّ الْاَمِيْرَ اِذَابْتَغَى الرِّيْبَـةَ فِيْ النَّاسِ اَفْسَدَهُمْ

جب ایک حکمران اپنے ماتحت لوگوں میں شک کرنے لگے تو ان میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ (حضرت ابو امامہؓ - ابو داؤد)

اِنَّکَ اِذَا اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ اَفْسَدْتَّـهُمْ

جب تم لوگوں کی چھپی ہوئی باتوں کی ٹوہ میں پڑ جاؤ گے تو انہیں خراب کر دو گے۔ (حضرت معاویہؓ - بیہقی)

انہیں زریں اصولوں کے تحت شک و شبہ میں گھرے معاشرہ کو آپسی اعتماد اور محبت کی فضا سے دلکش وخوشنما

بنایا جاسکتا ہے۔

خواتین کے مقام ومرتبہ کی بازیافت

دور حاضر میں خواتین کی کم وبیش وہی صورت حال معلوم ہوتی ہے، جو پچھلے زمانوں میں رہی ہے۔ملک کے مشہور اخبار ٹائمس آف انڈیا کے مطابق۔2009میں اسوقت کے ہوم سکریڑی نے 10 کروڑ لوگوں کے کاروبار(*human trafficking*) کاانکشاف کیا تھا، جس میں زیادہ تر خواتین اور بچیاں تھیں، جن کی ایک مقام سے دوسرے مقام منتقلی مختلف مقاصد کیلئے ہوتی ہے۔ہمارے ملک کے مرکزی تفتیشی بیورو نے انکشاف کیا کہ2009میں پورے ملک میں جسم فروشی کا کاروبار کرنے والی فاحشہ عورتوں کی تعداد تقریباً3 کروڑ ہے۔ہمارے ملک کے بعض ماہرین، جوگھریلواور خاندانی سطح پر صحت کے معیار(*national family health survey*) کی جانچ کے لئے سروے کرتے ہیں، کا بیان ہے کہ ہرسال ہمارے معاشرہ سے تقریباً3لاکھ لڑکیاں لاپتہ ہوجاتی ہیں۔حال ہی میں دہلی میں پیش آئے اجتماعی عصمت دری کے واقعہ نے اس ملک میں عورتوں کے تحفظ کولیکر پھر سے ایک گرما گرم ماحول تیار کردیا ہے۔ چاروں طرف سے مانگ کی جارہی ہے کہ مجرموں کوسخت سزا یا پھانسی دے دی جائے۔لیکن المیہ یہ ہے کہ اس ملک میں خواتین کی عصمت دری کے واقعات آئے دن پیش آتے ہی رہتے ہیں۔لیکن ان کے سلسلہ میں کوئی ٹھوس اقدام نہیں کیا جاتا۔فی الحال اب تک کے عصمت دری کے واقعات میں سے صرف20% کسی نتیجے پر پہنچ سکے ہیں جبکہ40ہزار کیسس کا کسی نتیجے تک پہنچنے کا امکان نظر آتا ہے۔(انڈین ایکسپرس ۴ جنوری ۲۰۱۳)۔

ہمارے ملک کی بعض ریاستیں ایسی نظر آتی ہیں جہاں مرد وعورت کا تناسب بڑی بری طرح متاثر معلوم ہوتا ہے۔ 2006 کی رپورٹ کے مطابق رحم مادر میں 5 کروڑ بچیوں کا قتل (*female foeticide*) ہوا ہے(دکن ہیرالڈ - ۳ جنوری ۲۰۱۳)۔اس کے علاوہ بچیوں کی پرورش میں لاپرواہی کی بنا کم عمر ہی میں دنیا سے ان کا گذر جانا۔شہروں اور دیہاتوں میں رہنے والی خواتین کی ایک بڑی تعداد کا گھریلو مظالم (*domestic violence*) کا شکار ہونا۔طلاق کی کثرت، شوہر کی بدسلوکی کے باعث عورتوں کا اپنے واجبی حقوق سے محروم ہونا...نہ جانے ایسے کتنے مظالم ہیں جو بڑے نمایاں طور پر معاشرہ

کا گھناؤنا چہرہ پیش کررہے ہیں۔اور واضح کررہے ہیں کہ انسانی معاشرہ میں عورت نے اپنا عزت ووقار کا مقام کھودیا ہے۔یوں تو خواتین کے حقوق ومقام کے لئے کوششیں ہرطرف نظر آتی ہیں۔اس صدی کے آغاز سے ہی *empowerment of women* کی صداؤں نے بڑی تیزی کے ساتھ انسانوں کو متوجہ کیا۔نسوانی تحریکوں (*feminist movements*) کی کثرت ہے۔خواتین کے حقوق کی پاسداری کے لئے حکومتیں خصوصی ریزرویشن کا اہتمام کررہی ہیں۔حقوق کی پامالی کو روکنے کے لئے سخت سزاؤں پر مشتمل قوانین بنائے جارہے ہیں۔لیکن یہ تمام کوششیں بے سود محسوس ہوتی ہیں۔آج عورت' خود انسانی معاشرہ میں اپنے حقیقی مقام کی متلاشی نظر آتی ہے۔عورت کی عزت اور اسکا مقام روبہ زوال ہے۔اس کا ایک بنیادی سبب تو یہ ہے کہ عورتوں کو ان کی زندگی کے حقیقی مقصد سے دانستہ طور پر دور رکھا گیا ہے۔پھر یہ کہ ان کے حقوق کی پاسداری' موقع پرست افراد کی کوششوں کے مرہون منت (*men centric*) ہے۔مرد جتنا اپنے مفادات کیلئے مناسب سمجھیں گے اتنے ہی حقوق عورتوں کو حاصل ہوں گے۔اور دیگر حقوق کو پامال کرنے کے لئے عورتوں کے سامنے پرکشش نعروں' پررونق دنیا اور اسکی رنگینیوں کو اجاگر کرتے ہیں۔تا کہ وہ اس پررونق دنیا (*glamourous world*) میں عزت ونام کمانے' مس انڈیا اور مس یونیورس بننے اور اس کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے کی دھن میں اپنی عزت وپاکدامنی کے دامن کو تارتار کردے اور اپنی ساری توانائیاں بے مقصد صرف کردے۔سچ بات تو یہ ہے کہ آج عورت محض ایک شئے (*commodity*) کی حیثیت اختیار کرگئی ہے' جسے جب چاہا اور جہاں چاہا بڑی بے شرمی سے استعمال کیا۔اس پس منظر میں عورت کے حقوق ومقام کی بازیافت' ترجیحی کوشش ہونی چاہیئے۔

دین اسلام عورتوں کے حقوق کا پاسبان ہے۔وہ نہ صرف ان کی وضاحت کرتا ہے بلکہ عورت کو ایسا مرتبہ اور مقام عطا کرتا ہے کہ وہ اپنے آپکو انسانیت کا ایک اٹوٹ حصہ (*human centric*) محسوس کرتے ہوئے اپنے حقوق کا شعور حاصل کرتی ہے۔اور ان کی پاسداری کو یقینی بناتی ہے۔آج خواتین کے حقوق کی پامالی اس لئے ہوتی ہے کہ انسانی معاشرہ میں ایک مثالی ماں' ایک آئیڈیل بیوی' ایک فرمانبردار بیٹی' ایک باشعور بہن' ایک ماں جیسی ساس اور ایک بیٹی جیسی بہو' ایک باپردہ تاجر' ایک باحیا خدمت گذار کے عملی نمونے سامنے نہیں آئے ہیں۔اوران کے انقلابی کردار کی صحیح طرح سے وضاحت

ہونہیں پائی ہے۔ جب خواتین کے یہ مثالی کردار واضح ہوں گے تو خواتین کو نا صرف عزت وشرف کا مقام حاصل ہوگا بلکہ انسانی معاشرہ خواتین کے حقوق کا امین بن جائے گا اور خواتین کے مثالی کردار کو یقینی بنانا' اسکی اولین ترجیح قرار پائے گی۔ دین اسلام کی آمد سے خواتین کے کردار میں جو غیر معمولی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں وہ پچھلے صفحات میں بخوبی واضح کی گئیں۔ بہار نسوانیت کا بس ایک ہی قابل عمل طریق کار ہے کہ اگر کوئی خاتون اپنی زندگی سنوارنا چاہتی ہو' عزت و وقار کا مقام حاصل کرنا چاہتی ہو' شرم وحیا کو اپنی پہچان بنانا چاہتی ہو' جائز طریقے سے جائز تمنائیں پوری کرنا چاہتی ہو' صحت مند طریقے سے ترقی کرنا چاہتی ہو اور اپنے ہر کردار کی برکتوں سے اپنے گھر، خاندان اور معاشرہ کو فائدہ پہچانا چاہتی ہو تو وہ قرآن و سنت کی طرف رجوع کرے۔ یقیناً دنیا و آخرت میں اسے عزت و سر بلندی نصیب ہوگی:

.....مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْمًا (الاحزاب: ۷۱)

جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اس نے بڑی کامیابی حاصل کی

بہار انسانیت کیا؟ راہ مصطفی ﷺ تو دنیا و آخرت میں کامیابی و سر بلندی کی ضمانت

دین اسلام کے توسط سے دنیا کی لذتیں اور رونقیں کیا' عقبیٰ کی ابدی کامیابی میسر آئے گی۔ یہ دین جس نفاست' عمدگی' حسن وسلیقہ کا حامل ہے' اسی سے اس دین کے ماننے والوں کی عزت و سر بلندی یقینی ہو جاتی ہے۔ حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رَأَیْتُ ذَاتَ لَیْلَةٍ فِیْمَا یَرَی النَّآئِمُ کَاَنَّا فِیْ دَارِ عُقْبَةَ بْنِ رَافِعٍ

میں نے ایک رات دیکھا جس حالت میں کہ سویا ہوا آدمی دیکھتا ہے کہ ہم عقبہ بن رافع کے گھر میں قیام پذیر ہیں

فَاُتِیْنَا بِرُطَبٍ مِّنْ رُطَبِ ابْنِ طَابٍ

اور ہمارے پاس ابن وطاب کی عمدہ کھجوریں پیش کی گئیں ہیں

فَاَوَّلْتُ الرِّفْعَةَ لَنَا فِیْ الدُّنْیَا وَالْعَاقِبَةَ فِیْ الْاٰخِرَةِ

میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ دنیا میں سر بلندی ہمارے لئے ہے اور آخرت میں انجام خیر بھی ہمارے لئے

وَاَنَّ دِیْنَنَا قَدْ طَابَ

اور یہ کہ یہ دین ہمارا بہتر اور عمدہ ہے (مسلم ' ابو داؤد)

اسلام ہی ہماری عزت اور اسی سے ہماری سر بلندی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کیا خوب فرمایا:

نحن قومٌ أعزّنا اللّٰہ بالِاسلام فاذا ابتغینا العزۃ بغیرہٗ أذلّنا اللّٰہ

ہم ایک ایسے گروہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ عزت بخشی۔ جب ہم اس کے سوا عزت حاصل کرنے کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کردے گا

اسلام ہی ہمارا جنون اور اسی سے ہماری ساری امیدیں وابستہ۔ اس دین کا اختیار کرنا' بلاشبہ فلاح و نجات کی ضمانت ہے بشرطیکہ اس دین سے وابستگی' اس پر پختہ یقین' اس کے احکامات پر عمل جنون بن جائے۔ ایسا شدید جذبہ ہر فرد میں جاگزیں ہوجائے کہ نہ کوئی دنیوی فائدہ اور نہ ہی جاہ و منصب کی چاہت دینی جذبہ میں شمہ برابر کمی کا محرک بنے۔ رسول اکرم ﷺ کی آمد سے بہار انسانیت کا جو جاں آفریں منظر انسانی تاریخ میں لکھا جاچکا ہے اس کی ابتدا دین سے ایسی ہی والہانہ وابستگی کے ایک آہنی عزم سے ہوئی تھی۔ اسوقت جب کہ چاروں طرف سے دشمنان اسلام کی کوشش اسلام کی پیش رفت روکنے کے لئے ہورہی تھی۔ ظلم وستم اور ہر طرح کے ہتھکنڈے بھی جب کارگر نظر نہیں آرہے تھے۔ تو دشمنوں نے رسول اکرم ﷺ کے چچا سے شکایت کی تاکہ وہ اپنی سرپرستی سے دستبردار ہوجائیں۔ تب رسول اکرم ﷺ نے اپنے آہنی عزم اور نصب العین سے غیر معمولی لگاؤ کا اظہار فرمایا۔ رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے وہ الفاظ ادا ہوئے جو آج امت مسلمہ کے جذبہ وجنون کے ترجمان بننیں چاہئیں:

اے چچا جان! اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی
رکھ دیا جائے پھر بھی میں یہ کام نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ یا تو اللہ تعالیٰ
اسے کامیاب فرمادے یا میں اپنے مقصد کے حصول میں ہلاک ہوجاؤں

انسانوں کی تقدیر سنوارنے کیلئے ملت اسلامیہ کو رسول اکرم ﷺ سے سچی محبت وعقیدت کا ثبوت ایسے ہی آہنی عزم سے دینا چاہئے۔ ایک طرف دنیا کی چاہتیں اور ایک طرف نفس کی شرارتیں' ایک طرف دولت ووسائل تو ایک طرف جاہ ومنصب' ان سب سے بے نیاز ہوکر جب فرزندان توحید قرآن وسنت کی بنیاد پر اپنی سعی و جہد جاری رکھیں گے تو انشاء اللہ اس دنیا میں وہ بہار آئے گی جس سے تمام انسانیت ابدی سکون وراحت محسوس کرے گی۔ آیئے اس دنیا میں ہمہ رنگ بہار لانے اور معاشرہ کو اللہ کے رنگ میں

رنگنے کے لئے ہم اپنی انفرادی واجتماعی زندگیوں کو اللہ کے رنگ میں رنگ دیں۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهُ عَابِدُوْنَ (البقرة : ۱۳۸)

اللہ کا رنگ اختیار کرو۔اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہوگا۔اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے لوگ ہیں

اس طرح کہ ملت کا ہر فرد، مرد بھی عورت بھی بچے بھی جوان بھی، اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت سے سرشار میدان عمل میں نظر آئیں۔ان کے گفتار و کردار سے واضح ہو کہ ہاں یہی وہ گروہ ہے جس کے ذریعہ انسانی زندگی میں بہار آسکتی ہے۔قربان جایئے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کہ آپ ﷺ نے ہمیں ایسے ہی نور نظر اور انسانوں کے لئے راحت جان بننے کی تلقین فرمائی ہے:

خَيْرُكُمْ مَنْ يُّرْجٰى خَيرُهٗ وَ يُؤْمِنُ شَرُّهٗ

تم میں سے اچھے وہ ہیں جن سے ہمیشہ خیر کی توقع ہو اور ہر طرح کے شر سے امان میسر آئے۔(حضرت ابو ہریرہؓ- ترمذی)

****